



Title - DEEDAN GHALIB (VRDU), 166707 H1 20-12-07

Creator - Asad ulLah Khan, Ghalib,

Publisher - Shikhar-Kanungo (Basel)

Year - 1920

Pages - 276

Subjects - ~~DE~~ GHALIB - DAWA WEN;  
Dawar - Ghalib

شہید مرزا آشتی "اسد اللہ نعمان غالبی" رحمہ اللہ

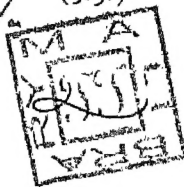


چاہے میں فخر دین لاسد - آپ صورت تو دیکھا

دراختیہ مجلس

# دیوان غالب

(اردو)  
3/-



مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علیگڑھ

کمیٹی  
مطبوعہ شرکت کاویان برلن فی طبع کیا

۱۳۴۱ھ

۱۹۲۳ء



ARABU SECTION

٨٩١٢٣١

٤٥١١٤

٧٧٧.٧

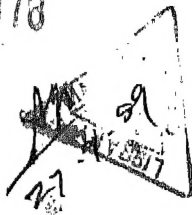


1 FEB 1978

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U66707



FEB-2002

Handwritten signature

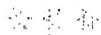
## دیباچه مصنف

مشام شمیم آشنایان را صلا، و نهاد انجمن شتیان را مژده، که  
لختی از سامان بجره گردانی آماده و دامنی از عود هندی دست  
بهم داده است. نه چوبهای سنگ خورده بهنجار ناطعی شکسته  
بناندام تراشیده بلکه به تیرشگافه، بکارد ریز ریز کرده، بسوهان  
خراشیده ایدون نفس گداختگیهای شوق بجستجوی آتش یارسی  
است. نه آتشی که در گلخنهای هند افسرده خاموش و از کف  
خاکستر به مرگ خودش سبیه پوش بینی. چه بروی مسلم است تاپاک  
به استخوان مرده ناهار شکستن و از دیوانگی به رشته شمع مزار  
کشته آویختن هر آنکه بدل گداختن نیرزد و بزم افروختن را نشاید.  
رخ آتش به شمع بر افروخته و آتش پرست را باد افراه هم در آتش  
سوزنده نیک میداند که پزوهنده در هوای آن رخسنده آذر نعل  
در آتش است که بچشم روشنی هوشنگ از تنگ برون تافته و در ایوان  
لهر اسپ نشو و نما یافته حسن را فروغ است و لاله را رنگ و مغ را

چشم و کده را چراغ بخشیده بزبان درون بحسن برافروز را سپاسم  
 که شراری از آن آتش تابناک در خاکستر خویش یافته بکاو کاو  
 سینه شتافته ام و از نفس دمه بران نهاده بود که در کم مایه روزگار ان  
 آتمایه فراهم تواند آمده که بچمره را فر روشنائی چراغ و رایحه  
 عود را بال شناسائی دماغ تواند بخشید همانا نگارنده این نامه را  
 آن درس است که پس از انتخاب دیوان ریخته به گرد آوردن سرمایه  
 دیوان فارسی برخیزد و استفاضه کمال این فریورفن پس زانوی  
 خویش نشیند امید که سخن سرایان سخنور ستای پراکنده ایاتی  
 را که خارج ازین اوراق یابند از آثار تراوش رنگ گلک این  
 نامه سیاه نشناسند و چامه گرد آور را در ستایش و نکوهش آن  
 اشعار ممنون و ماخوذ نسکالند یارب این بوی هستی ناشنیده و از  
 نیستی به زیدائی نارسیده یعنی نقش به ضمیر آمده نقاش که به  
 اسدالله خان موسوم و به میرزا نوشه معروف به غالب متخلص است  
 چنان که اکبرآبادی مولد و دهلوی مسکن فرجام کار نجفی مدفن نیز باد  
 تمام شد - بست و چهارم شهر ذی قعدة سنه هجری ۱۲۴۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نقش فریادی ہی کس کی شوخی تحریر کا  
کاغذی ہی پیرھن ہر بیکر تصویر کا  
کارو کارو سخت جانی های تنہائی نہ بوجھ  
صبح کرنا شام کا لانا ہی جوی شیر کا  
جذبہ بی اختیار شوق دیکھا چاہی  
سینہ شمشیر سی باہر ہی دم شمشیر کا  
آگہی دام شنیدن جس قدر چاہی بچہای  
مدعا عنقا ہی اپنی عالم تقریر کا  
بس کہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زریا  
موی آتش دیدہ ہی حلقہ مری زنجیر کا



جز قیس اور کوئی نہ آیا بروی کار  
 صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا  
 آفتگی نی نقش سویدا کیا درست  
 ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا  
 تہا خواب میں خیال کو تجھی معاملہ  
 جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا  
 لیتا ہوں مکتب غم دل میں سبق ہنوز  
 لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا  
 ڈھانپا کفن نی داغ عیوب برہنگی  
 میں ورنہ ہر لباس میں تنگ وجود تھا  
 تیشی بغیر مرنے سکا کوہ کن اسدا  
 سرگشتہ خار رسوم و قیود تھا

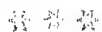
کہتی ہو ندینگی ہم دن اگر پڑا پایا  
 دل کہاں کہ گم کیجی ہم نی مدعا پایا

عشق سی طبیعت نی زیست کا مزا پایا  
 درد کی دوا پائی ، درد بی دوا پایا  
 دوست دار دشمن ہی اعتماد دل معلوم  
 آہ بی اثر دیکھی ، نالہ نارسا پایا  
 سادگی و برکاری ' بی خودی و ہشیاری !  
 حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا  
 غنچہ پھر لگا کھلنی ، آج ہم نی اپنا دل  
 خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا  
 حال دل نہیں معلوم لیکن اسقدر یعنی  
 ہم نی بارہا ڈھونڈھا ، تم نی بارہا پایا  
 شور پند ناصح نی زخم پر نمک چھڑکا  
 آپ سی کوئی پوچھی تم نی کیا مزا پایا  
 دل مرا سوز نہاں سی بی محبا جل گیا  
 آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا

دل میں ذوق وصل و یادِ یار تک باقی نہیں  
 آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جوتھا جل گیا  
 میں عدم سی بھی پری ہوں ورنہ غافل بارہا  
 میری آہ آتشیں سی بالِ عنقا جل گیا  
 عرض کیجی جوہر اندیشہ کی گرمی کہاں  
 کچھ خیال آیاتھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا  
 دل نہیں نبھکو دکھانا ورنہ داغوں کی بہار  
 اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا  
 میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل  
 دیکھ کر طرزِ تپاک اہل دنیا جل گیا

شوق ہر رنگ رقیبِ سروسامان نکلا  
 قیس تصویر کی پردی میں بھی عریاں نکلا  
 زخمِ فی داد نہ دی تنگی دل کی یارب  
 تیر بھی سببِ بسمل سی پرافشاں نکلا

بوئی گل ، نالہ دل ، دود چراغ محفل ،  
 جو تری بزم سی نکلا سو پریشان نکلا  
 دل حسرت زدہ تھا مائدہ لذت درد  
 کام یار و نیکا بہ قدر لب و دندان نکلا  
 تھی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند  
 سخت مشکل ہی کہ یہ کام بھی آسان نکلا  
 دل میں پھر گریبی نی اک شورائیا یا غالب  
 آہ جو قطرہ نہ نکلاتھا سو طوفان نکلا



دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا  
 عشق نبرد پیشہ طلبکار مرد تھا  
 تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا  
 اڑنی سی بیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا  
 تالیف نسخہ ہائی وفا کر رہا تھا میں  
 مجموعہ خیال ابھی فرد فرد تھا



دل تاجگر کہ ساحل دریایِ خوں ہی اب  
 اس رہ گزر میں جلوۂ گل آگے گرد تھا  
 جاتی ہی کوئی کشمکش اندوہ عشق کی  
 دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا  
 احباب چارہ سازی و حشت نہ کر سکی  
 زنداں میں بھی خیال بیابان نور د تھا  
 یہ لاش بی کفن اسد خستہ جانکی ہی  
 حق مغفرت کمری عجب آزاد مرد تھا

شمار سبجہ مرغوب بت مشکل پسند آیا  
 تماشایِ بیک کف بردن صد دل پسند آیا  
 بہ فیض بیدلی نو میدی جاوید آساں ہی  
 کشائش کو ہمارا عقدہ مشکل پسند آیا  
 ہوائِ سیرگل آئینہ بی مہرئی قاتل  
 کہ اندازِ بخور غلتیدن بسمل پسند آیا

جراحت تحفہ الماس ارمغان، داغ جگر ہدیہ  
مبارکباد اسہ، غم خوار جان درد مند آیا

دھر میں نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا  
ہی یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا  
سبزہ خط سی ترا کا کل، سرکش نہ دبا  
یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا  
میں نی چاہاتھا کہ اندوہ وفاسی چھوٹوں  
وہ ستمگر مری مرنی پہ بھی راضی نہ ہوا  
دل گزر گاہ خیال می وساغر ہی سہی  
گر نفس جادہ سر منزل تقوی نہ ہوا  
ہوں تری وعدہ نہ کرنی میں بھی راضی کہ کبھی  
گوش مت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا  
کس سی محرومی قسمت کی شکایت کیجی  
ہم نی چاہاتھا کہ مرجائیں سو وہ بھی نہ ہوا

مرگیا صدمه یک جنبش لب سی غالب

ناتوانی سی حریف دم عیسی نه هوا



ستائش گری زاهد اسقدر جس باغ رضوانکا

وہ اک گل دستہ ہی ہم بیخودونکی طاق نسیانکا

بیان کیا کیجئی بیداد کاوشہائی مڑگان کا

کہہ را اک قطرہ خون دانہ ہی تسبیح مرجانکا

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میری نالوں کو

لیا دانتون میں جو تنکا ہواریشہ نیستانکا

دکھاؤنگا تماشہ دی اگر فرصت زمانی نی

مراہر داغ دل اک تخم ہی سروچراغانکا

کیا آئینہ خانی کا وہ نقشہ تیری جلوی نی

کری جو بر تو خورشید عالم شبنمستانکا

مری تعمیر میں مضر ہی اک صورت خرائی کی

ھیولی! برق خرمن گاہی خون گرم دھقانکا

اگاھی گھر میں ہر سوسبزہ ویرانی تماشا کر  
 مدار اب کھودنی پر گھاس کی ہی میری دربان کا  
 - خوشی میں نہاں خوں گشتہ لا کھوں آرزوئیں ہیں  
 چراغ مرده ہوں میں بی زبان گور غریبان کا  
 هنوز اک بر تو نقش خیال یار باقی ہی  
 دل افسردہ گو یا حجرہ ہی یوسف کی زندان کا  
 - بغل میں غیر کی آج آپ سوئی ہیں کہیں ورنہ  
 سبب کیا خواب میں آ کر تبسم ہائی پنہان کا  
 نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہو گا  
 قیامت ہی سر شک آلودہ ہونا تیری مژگان کا  
 نظر میں ہی ہماری جادۂ راہ فنا غالب  
 کہ یہ شیرازہ ہی عالم کی اجزائ پریشان کا  
 \* \* \*  
 تھو گا یک بیاباں ماند گی سنی ذوق کم میرا  
 حباب موجہ رقتار ہی نقش قدم میرا

محبت تھی چمن سی لیکن اب یہ بی دماغی ہی  
کہ موج بوی گل سی ناک میں آتا ہی دم میرا

\*\*\*

سرایا رهن عشق و ناگزیر الفت هستی  
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا  
بقدر ظرف ہی ساقی خمار تشنہ کامی بھی  
جو تو دریائی می ہی تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

\*\*\*

محرم نہیں ہی تو ہی نواہائِ راز کا  
یان ورنہ جو حجاب ہی بردہ ہی ساز کا  
رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہی  
یہ وقت ہی شگفتن گلہائِ ناز کا  
تو اور سوئی غیر نظرہائِ تیز تیز  
میں اور دکھ تری مژدہ های دراز کا

صرفہ ہی ضبط آہ میں میرا وگرنہ میں  
 طعمہ ہوں ایک ہی نفس جان گذار کا  
 ہیں بس کہ جوش بادہ سی شیشی اچھل رہی  
 ہر گوشہ بساط ہی سر شیشہ باز کا  
 کاوش کا دل کری ہی تقاضا کہ ہی هنوز  
 ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا  
 تاراج کاوش غم ہجراں ہوا اسد  
 سینہ کہ تھا دھینہ گہرہاں راز کا

بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا  
 رکھیویارب! یہ درگنجینہ گوہر کھلا  
 شب ہوئی پھر انجم رخشنده کا منظر کھلا  
 اس تکلف سی کہ گویا بت کدہ کا در کھلا  
 گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب  
 آستین میں دشنہ پنہاں ہاتھ میں نشتر کھلا

- گونہ سمجھوں اسکی باتیں گونہ پاؤں اسکا بھید  
 بڑیہ کیا کم ہی کہ مجھ سی وہ بڑی پیکر کھلا  
 ہی خیال حسن میں حسن عمل کا سا خیال  
 خلد کا اک در ہی میری گور کی اندر کھلا  
 منہ نہ کھانی پر ہی وہ عالم کہ دیکھا ہی ہیں  
 زلف سی بڑھ کر نقاب اس شوخ کی منہ پر کھلا  
 در پہ رہنی کو کہا اور کہہ کی کیسا پھر گیا  
 جتنی عرصی میں مرا پٹا ہوا بستر کھلا  
 کیوں اندھیری ہی شب غم؟ ہی بلاؤں کا نزول  
 آج ادھر ہی کورہیگا دیدہ اختر کھلا  
 کیا رہوں غربت میں خوش جب ہو حوادث کا یہ حال  
 نامہ لاتا ہی وطن سی نامہ بر اکثر کھلا  
 اسکی امت میں ہوں میں میری رہیں کیوں کام بند  
 واسطی جس شہ کی غالب گنبد بی در کھلا

## ﴿ قطعه ﴾

شب که برق سوز دل سی زهره ابر آب تھا  
 شعلہ جوالہ ہر اک حلقہ گرداب تھا  
 و ان کرم کو عذربارش تھا عنان گیر خرام  
 گریبی سی یاں پنہ بالش کف سیلاب تھا  
 و ان خود آرائی کو تھا موٹی پرونی کا خیال  
 یاں ہجوم اشک میں تارنگہ نایاب تھا  
 جلوہ گل نی کیاتھا و ان چراغاں آب جو  
 یاں رواں مڑگان چشم ترسی خون تاب تھا  
 یاں سر پر شور بی خوابی سی تھا دیوار جو  
 و ان وہ فرق ناز زیب بالش کم خواب تھا  
 یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بی خودی  
 جلوہ گل و ان بساط صحبت احباب تھا



فرش سی تا عرش و ان طوفان تھا موج رنگ کا  
یاں زمین سی آسمان تک سو ختن کا باب تھا  
ناگہاں اس رنگ سی خون تباہ ٹپکانی لگا  
دل کہ ذوق کاوش ناخن سی لذت یاب تھا

نالہ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا  
تھا سیند بزم وصل غیر کو بیتاب تھا  
مقدم سیلاب سی دل کیا نشاط آہنگ ہی !  
خانہ عاشق مگر ساز صدائی آب تھا  
نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہوں  
پہلوئی اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا  
کچھ نہ کی اپنی جنون نارسائی ورنہ یاں  
ذرہ ذرہ روکش خورشید عالم تاب تھا  
آج کیوں پروا نہیں اپنی اسیروں کی بچھی؟  
کل نلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

عشرت پاره دل زخم نمنا کھانا  
 لذت ریش جگر غرق نمک داں هونا  
 کي مری قتل کی بعد اس نی جفاسی توبہ  
 های اس زود پشیمان کا پشیمان هونا  
 حیف اس چار گرہ کپڑی کی قیمت غالب  
 جس کی قسمت میں هو عاشق کا گر بیاں هونا



شب خار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا  
 تاحیط بادہ صورت خانہ خمیازہ تھا  
 یک قدم وحشت سی درس دفتر امکان کھلا  
 جادہ اجزای دو عالم دشت کاشیرازہ تھا  
 مانع وحشت خرا می های لیلی کون ہی؟  
 خانہ مجنون صحرا گرد بی دروازہ تھا  
 پوچھ مت رسوائی انداز استغنائی حسن  
 دست مرهون حنا رخسار رهن غازہ تھا

نالہ دل نی دئی اوراقِ لخت دل بہ باد  
بادگار نالہ اک دیوان بی شیرازہ تھا

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگی کیا  
زخم کی بھرتی تلک ناخن نہ بڑھ آئینگی کیا؟  
بی نیازی حدی گزری بندہ پرور کب تلک  
ہم کہیں گی حال دل اور آپ فرمائیں گی کیا؟  
حضرت ناصح گرائیں دیدہ و دل فرس راہ  
کوئی جھکویہ نہ سمجھا دو کہ سمجھائیں گی کیا؟  
آج و ان تیغ و کفن باندھی ہوئی جاتا ہوں میں  
عنبر میری قتل کرنی میں وہ اب لائیں گی کیا؟  
گر کیا ناصح نہی ہم کو قید اچھا یوں سہی  
یہ جنون عشق کی انداز چھٹ جائیں گی کیا؟  
خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سی بھاگیں گی کیوں؟  
ہیں گرفتار وفا زنداں سی گھبرائیں گی کیا؟

ہی اب اس معموری میں قحط غم آفت اسد  
ہم نی یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گی کیا؟

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

اگر اور جیتی رہتی یہی انتظار ہوتا

تری وعدی درجی ہم تو یہ جان جھوٹ جانا

کہ خوشی سی مر نہ جاتی؟ اگر اعتبار ہوتا

تری ناز کی سی جانا کہ بندھا تھا عہد بودا

کبھی تو نہ نوڑ سکتا اگر استوار ہوتا

کوئی میری دل سی بوچھی تری تیرنیم کش کو

یہ خلش کہاں سی ہوئی جو جگر کی یار ہوتا؟

یہ کہاں کی دوستی ہی کہ بنی ہیں دوست ناصح؟

کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا

رگ سنگ سی ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا

جسی غم سمجھ رہی ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگر چہ جاں گسل ہی بہ کہاں بچیں کہ دل ہی؟  
 غم عشق اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا  
 کہوں کس سر میں کہ کیا ہی؟ شب غم بری بلا ہی  
 مجھی کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا؟  
 ہوئی مر کی ہم جو رسوا ہوئی کیوں نہ غرق دریا؟  
 نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا  
 اسی کون دیکھ سکتا؟ کہ یگانہ ہی وہ یکتا  
 جو دوئی کی بوبھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا  
 یہ مسائل تصوف! یہ ترا بیان غالب  
 تجھی ہم ولی سمجھتی جو نہ بادہ خوار ہوتا  
 \*\*\*

ہوس کو ہی نشاط کار کیا کیا  
 نہ ہو مرنا تو جینی کا مرا کیا  
 تجاھل پیشگی سی مدعا کیا؟  
 کہاں تک ای سراپا ناز کیا کیا

نوازش ہائی بی جا دیکھتا ہوں  
 شکایت ہائی رنگین کا گلا کیا  
 نگاہ بی محابا چاہتا ہوں  
 تغافل ہائی تمکین آزما کیا  
 فروغ شعلہ خس یک نفس ہی  
 ہوس کو پاس ناموس وفا کیا  
 نفس موج محیط بی خودی ہی  
 تغافل ہائی سباقی کا گلا کیا  
 دماغ عطر پیراہن نہیں ہی  
 غم آوارگی ہائی صبا کیا  
 دل ہر قطرہ ہی ساز انا البحر  
 ہم اسکی ہیں ہمارا پوچھنا کیا  
 محابا کیا ہی میں ضامن ادھر دیکھ  
 شہیدان نگہ کا خونہا کیا

سن ای غارت گر جنس و فاسن  
شکست قیمت دل کی صدا کیا  
کیا کس نی جگر داری کا دعویٰ  
شکیب خاطر عاشق بهلا کیا  
یہ قاتل وعدہ صبر آزما کیوں؟  
یہ کافر فتنہ طاقت ربا کیا؟  
بلائی جان ہی غائب اس کی ہر بات  
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

در خور قہر و غضب جب کوئی ہم ساندہوا  
پھر غلط کیا ہی؟ کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا  
بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودی ہیں کہ ہم  
الٹی پھر آئی، در کعبہ اگر وا نہ ہوا  
سب کو مقبول ہی دعویٰ تری یکتائی کا  
روز و کوئی بت آئینہ سیا نہ ہوا

کم نہیں نازش ہم نامی چشم خوباب  
 تیرا بیمار برا کیا ہی گر اچھا نہ ہوا؟  
 سینی کا داغ ہی وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا  
 خاک کا رزق ہی وہ قطرہ جو دریائے ہوا  
 نام کا میری ہی جود کہ کہ کسی کو نہ ملا  
 کام میں میری ہی جو فتنہ کہ پرانہ ہوا  
 ہرین موسیٰ دم ذکر نہ ٹپکی خوناب!  
 تنزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا  
 قطری میں دجلہ دکھائی نہ دی اور جزو میں کل!  
 کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا  
 نہی خبر گرم کہ غالب کی اڑی گی پری  
 دیکھنی ہم بھی گئی تھی پہ تماشہ نہ ہوا



اسد! هم وه جنون جولان گدای بی سرو پا هی  
که هی سرینجه مژگان آهویشت خاراینا کیا

پشی نذر کرم تحفه هی شرم نارسائی کا  
بخون غلتیده صدرنگ دعویٰ پارسائی کا  
نه هو حسن تماشا دوست رسوائی وفائی کا  
به مهر صد نظر ثابت هی دعویٰ پارسائی کا  
زکوة حسن دی ای جلوۀ بینش که مهر آسا  
چراغ خانۀ درویش هو کاسه گدائی کا  
نه مارا جانکر بیجرم قاتل تیری گردن پر  
رها مانند خون بیگنه حق آشنائی کا  
تمناؤ زباب محو سپاس بی زبانی هی  
مناجس سی تقاضا شکوة بی دست و پائی کا  
وهی اک بات هی جو یاں نفس و ان نکبت گل هی  
چمن کا جلوہ باعث هی مری رنگین نوائی کا

دهلج امر بت پينگارہ جو زنجير رسواڻي  
 عدم تک بي وفا چرچا هي ٿي ري بي وفاڻي کا  
 ندي نامي کو اتنا طول غالب مختصر لکھدي  
 کہ حسرت سنجھو ۾ عرض ستمھاي جدائي کا

گر نہ اندوہ شب فرقت نياب هو جائیگا  
 بي تکلف داغ مه مهر دھان هو جائیگا  
 زهره گرايسا هي شام هجر ميں هو تاهي آب  
 بر تو مہتاب سيل خاناب هو جائیگا  
 لي تولوں سوئي ميں اسکي يانوں کا بوسه مگر  
 ايسي باتونسي وه کافر يد گماں هو جائیگا  
 دل کو هم صرف وفا سمجھي تھي کيا معلوم تها  
 يعني به پھلي هي نذر امتحان هو جائیگا  
 سب کي دل ميں هي جگه ٿي ري جو نوراضي هوا  
 مجھيه گوي ااک زمانه مھربان هو جائیگا

گر نگاه گرم فرمائي رهي تعليم ضبط  
 شعله خس ميں جيسي خون رگ ميں نهان هوجائيا  
 باغ ميں مجھ کو نه ليچا ورنه ميري حال پر  
 هر گل تر ايک چشم خون فشاں هوجائيا  
 وای گر مير اتر اوصاف محشر ميں نه هو  
 اب تلک تو به توقع هي که اوں هوجائيا  
 فائده کيا؟ سوچ آخر تو بهي دانا هي  
 دوستي نادان کي هي جي کا زيان هوجائيا

درد منت کش دوا نه هوا  
 ميں نه اچھا هوا برا نه هوا  
 جمع کرتی هو کيوں رقيبوں کو؟  
 اک تماشا هوا، گلا نه هوا  
 هم کباب قسمت آزمائي جائين  
 تو هي جب خنجر آزما نه هوا

کزخ ایزد ہیں تیری لب اکہ رقیب  
 گالیاب کھا کی بی مرا نہ هوا  
 پتی خبر گرم ان کی آئی کی  
 آج ہی گھر میں بوریا نہ هوا  
 کیا وہ غرود کی خدائی تھی؟  
 بندگی میں مرا بھلا نہ هوا  
 جان دی دی ہوئی اسی کی تھی  
 حق تو یہ ہی کہ حق ادا نہ هوا  
 زخم گردب گیا لہو نہ تھا  
 کام گردک گیا روا نہ هوا  
 رہتی ہی کہ دل ستانی ہی!  
 لی کی دل، دل ستاب روانہ هوا  
 کچھ تو پڑھتی کہ لوگ کہتی ہیں  
 آج غالب غزل سرا نہ هوا

گلہ ہی شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا  
 گہر میں محو ہوا اضطراب کیا  
 یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب  
 مگر ستم زدہ ہوں ذوق خامہ فرسا کا  
 حنای پائی خزاں ہی بہار اگر ہی بھی  
 دوام کلفت خاطر ہی عیش دنیا کا  
 غم فراق میں تکلیف سیرباغ نہ دو  
 مجھی دماغ نہیں خندہ ہائی بیجا کا  
 هنوز محرمی حسن کو ترستا ہوں  
 کری ہی ہر بن مو کام چشم بینا کا  
 دل اسکو پہلی ہی ناز و اداسی دی بیٹھی  
 ہمیں دماغ کہاں حسن کی تقاضا کا  
 نہ کہہ کہ گرہ بہ مقدار حسرت دل ہی  
 مری نگاہ میں ہی جمع و خرچ دریا کا

روح اسملڪ ڪوڊيڪهڪي ڪڙاهون اسڪو باد اسد

جفامير اس ڪي هي انداز ڪار فر ما ڪا

\*\*\*

قطره مي بس كه حيرت سي نفس پرور هوا

خط جام مي سراسر رشته گوهر هوا

اعتبار عشق ڪي خانه خراي ديکھنا

غير في ڪي آه ليکن وه خفا مجھپر هوا

\*\*\*

جب به تقريبن سفر يارني محمل باندها

تپش شوق ني هر ذري في اک دل باندها

اهل بينش في به حيرت ڪڏه شوخي و ناز

جوهر آئينه ڪو طوطي بسمل باندها

ياس و اميدني يڪ عربده ميدان مانگا

عجز همت في طلسم دل سائل باندها

نہ بندھی تشنگی ذوق کی مضمون نہ آئی  
گرچہ دل کھول کی دریا کو بھی ساحل باندھا



میں اور بزم می سی یوں تشنہ کام آؤں  
گرمی فی کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا  
ہی ایک تیر جس میں دونوں چھدی پڑی ہیں  
وہ دن گئی کہ اپنا دل سی جگر جدا تھا  
درماندگی میں غالب کچھ بن پڑی توجانوں  
جب رشتہ بی گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا



گھر ہمارا جو نہ رونی بھی تو ویراں ہوتا  
بھر گر بھر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا  
تنگی دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہی  
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

روح اس عمر ورع باز نو دیتا باری  
کاش رضوان ہی در یار کا دربان هوتا

\*\*\*

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ هوتا تو خدا هوتا  
ڈبویا مجھ کو هوئی فی نہ هوتا میں ٹوکیا هوتا  
ہو واجب غم سی یوں بی حس تو غم کیاسر کی کئی کا  
نہ هوتا اگر جدا تن سی تو زانو پر دھرا هوتا  
ہوئی مدّت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہی  
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں هوتا تو کیا هوتا

یک ذرّہ زمین نہیں بیکار باغ کا  
یاں جادہ بھی قلیلہ ہی لالی کی داغ کا  
میں کسی ہی طاقت آشوب آگہی  
کھینچا ہی عجز حوصلہ فی خطایاغ کا



بلبل کی کارو بار پہ ہیں خندہ های گل  
 کہتی ہیں جس کو عشق خلل ہی کیا  
 تازہ نہیں ہی نشہ فکر سخن چھی  
 تریاکی قدیم ہو دود چراغ کا  
 سو بار بند عشق سی آزاد ہم ہوئی  
 پر کیا کریں کہ دل ہی عذو ہی فراغ کا  
 بیخون دل ہی چشم میں موج نگہ غبار  
 یہ میکدہ خراب ہی می کی سراغ کا  
 باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل  
 ابرہار خاکدہ کس کی دماغ کا

وہ مری چین جیں سی غم پنہاں سمجھا  
 راز مکتوب بہ یریطی عنوان سمجھا  
 یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ هنوز  
 چاک کرتا ہوں میں جب سی کہ گریباں سمجھا

ۛ رح اسباب گرفتاريٰ خاطر مت پوچھ  
 اسقدر تنگ هو اڏل ڪه ميں زنداں سمجھا  
 بدگانيٰ تي نه چاھا اسي سرگرم خرام  
 رخ به هر قطرہ عرق ديده حيران سمجھا  
 عجز سي اپني به جانا ڪه وه بدخو هو ڪا  
 نبض خس سي تيش شعله سو زان سمجھا  
 سفر عشق ميں ڪي ضعف تي راحت طلبي  
 هر قدم سايٰ ڪو ميں اپني شبستان سمجھا  
 تها گريز اب مژء يار سي دل تادم مرگ  
 دفع پيڪان قضا اسقدر آسان سمجھا  
 دل ديا جان ڪي ڪيون اسڪو وفادار اسد  
 غلطي ڪي ڪه جو ڪافر ڪو مسلمان سمجھا



بهر مجھي ديده ترياڏ آيا دل جگر تشنه فرياد آيا  
 دم لياتھانه قيامت تي هنوز بهر ترا وقت سفر ياد آيا

سادگی های تمنا یعنی \* پھروہ نیرنگ نظر یاد آیا  
 عذروا ماندگی ای حسرت دل \* نالہ کرنا تھا جگر یاد آیا  
 زندگی یوں بھی گزر رہی جاتی \* کیوں ترا راہ گزر یاد آیا  
 کیا ہی رضوانسی لڑائی ہوگی \* گھر ترا خلد میں گریاد آیا  
 آہ وہ جرأت فریاد کہان ! \* دل سی تگ آ کی جگر یاد آیا  
 پھر تری کوچی کو جاتا ہی خیال \* دل گم گشتہ مگر یاد آیا  
 کوئی ویرانی سی ویرانی ہی \* دشت کو دیکھ کی گھر یاد آیا  
 میں فی مجنوں پہ لڑکپن میں اسد

سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا



ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا  
 آپ آتی تھی مگر کوئی عناں گیر بھی تھا  
 ہم سی بیجا ہی مجھی اپنی تباہی کا گلہ  
 اس میں کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا

تو مجھی بھول گیا ہو تو پتا بتلا دو۔  
 کبھی فتراک میں تیری کوئی نچھیز بھی تھا  
 قید میں ہی تری وحشی کو وہی زلف کی یاد  
 ہاں کچھ اک رنج گراں باریؔ زنجیر بھی تھا  
 بجلی اک کوند گئی آنکھوں کی آگ کی تو کیا  
 بات کرتی کہ میں لب تشنہٴ تقریر بھی تھا  
 یوسف اسکو کہوں اور کچھ نہ کہی خیر ہوئی  
 گر بگڑ بیٹھی تو میں لائق تعزیر بھی تھا  
 دیکھ کر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجا ٹھنڈا  
 نالہ کرتا تھا ولی طالبِ تاثیر بھی تھا  
 پیشی میں عیب نہیں رکھتی نہ فرہاد کو نام  
 ہم ہی آشفقہ سرو نیں وہ جوان میر بھی تھا  
 ہم تھی مرنی کو کھڑی پاس نہ آیا نہ سہی  
 آخر اس شوخ کی ترکش میں کوئی تیر بھی تھا

پکڑی جاتی ہیں فرشتوں کی لکھی پر ناحق  
 آدمی کوئی ہمارا دم نحریر بھی تھا  
 ریختہ کی تمہیں استاد نہیں ہو غالب  
 کہتی ہیں اگلی زمانی میں کوئی میر بھی تھا

لب خشک در تشنگی مردگان کا  
 زیارت کدہ ہو دل آزر دگان کا  
 ہمہ ناامیدی ، ہمہ بدگمانی ،  
 میں دل ہوں قرب و فاقہ خوردگان کا

تو دوست کسی کا بھی ستم گر نہ ہوا تھا  
 اوروں پہ ہی وہ ظلم کہ بچھیر نہ ہوا تھا  
 چھوڑا مہ نخب کی طرح دست قضائی  
 خورشید ہنوز اسکی برابر نہ ہوا تھا

توفیق به اندازه همت ہی ازل سی  
 آنکھوں میں ہی وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا  
 جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم  
 میں معتقد فتنہ محشر نہ ہوا تھا  
 میں سادہ دل آزر دگی یار سی خوش ہوں  
 یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا  
 دریائی معاشی تنک آبی سی ہوا خشک  
 میرا سردامن بھی ابھی نہ ہوا تھا  
 جاری تھی اسداغ جگر سی مری تحصیل  
 آنشکدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

\*\*\*

شب، کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا  
 رشتہ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا  
 مشہد عاشق سی کوسوں تک جواگتی ہی حنا  
 کس قدر یار ب! ہلاک حسرت پابوس تھا

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو  
 دل بہ دل پیوستہ گویا اک لبِ افسوس تھا  
 کیا کروں بیماری غم کی فراغت کا بیان  
 جو کہ کھایا خون دل بی منت کیموس تھا



آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکی رہ گئی  
 صاحب کو دل نہ دینی پہ کتنا غرور تھا  
 قاصد کی اپنی ہاتھ سی گردن نہ مار ئی  
 اس کی خطا نہیں تھی یہ میرا قصور تھا



عرض نیاز عشق کی قابل نہیں رہا  
 جس دل پہ ناز تھا مجھی وہ دل نہیں رہا  
 جانا ہوں داغ حسرت ہستی لئی ہوئی  
 ہوں شمع کشتہ در خور محفل نہیں رہا

سمرنی کی ای دل اور ہی تدبیر کر کہ میں  
 شایان دست و بازوی قاتل نہیں رہا  
 بروی شش جهت در آئینہ باز ہی  
 یان امتیاز ناقص و کامل نہیں رہا  
 وا کر دی ہیں شوق فی بند نقاب حسن  
 غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا  
 گو میں رہا رہیں ستم ہائی روزگار  
 لیکن تری خیال سی غافل نہیں رہا  
 دل سی ہوائی کشت و قامت گئی کہ واں  
 حاصل سوائی حسرت حاصل نہیں رہا  
 بیداد عشق سی نہیں ڈرتا مگر اسد  
 جس دل پہ ناز تھا مجھی وہ دل نہیں رہا  
 رشک کہتا ہی کہ اسکا غیر سی اخلاص حیف  
 عقل کہتی ہی کہ وہ بی مہر کس کا آشنا



ذرّہ ذرّہ ساغر می خانہ نیرنگ ہی  
 گردش مجنوں بہ چشمک های لیلی آشنا  
 شوق ہی سامان طراز نازش ارباب عجز  
 ذرّہ صحرا دست گاہ و قطرہ دریا آشنا  
 میں ہوں اور آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہی  
 عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا  
 شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہٹی  
 میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا  
 ربط یک شیرازہ وحشت ہیں اجزای بہار  
 سبزہ بیگانہ، صبا آوارہ، گل نا آشنا  
 کوہ کن نقاش یک مثال شیریں تھا اسد  
 سنگ سی سرمار کرھوی نہ پیدا آشنا



ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا  
 بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

می وہ کیوں بہت پیتی بزم غیر میں یارب  
 آج ہی ہوا منظور ان کو امتحان اپنا  
 منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتی  
 عرش سی ادھر ہوتا کاش کی مکان اپنا  
 دی وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالینگے  
 باری آشنا نکلا ان کا پاس باں اپنا  
 درد دل لکھوں کب تک؟ جاؤں انکو دکھلا دوں  
 انگلیاں فکار اپنی خامہ خوں چکاں اپنا  
 گھستی گھستی مٹ جاتا، آپ فی عبت بدلا  
 ننگ سجدہ سی میری سنگ آستان اپنا  
 تاکری نہ غمازی کر لیا ہی دشمن کو  
 دوست کی شکایت میں ہم فی ہم زبان اپنا  
 ہم کہاں کی دانائھی کس ہنر میں یکتائھی  
 سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا



سر مہ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہی  
کہ رہی چشم خریدار یہ احسان میرا  
رخصت نالہ مجھی دی، کہ مبادا، ظالم  
تیری چہری سی ہو ظاہر غم پنہاں میرا



غافل بہ وہم ناز خود آراہی ورنہ یار  
بی شانہ صبا نہیں طرہ گیاد کا  
بزم قدح سی عیش ممتا نہ رکھ کہ رنگ  
صید ز دام جستہ ہی اس دام گاہ کا  
رحمت اگر قبول کری، کیا بعید ہی؟  
شرمندگی سی غدر نہ کرنا گناہ کا  
مقتل کو کس نشاط سی جانا ہوں میں کہ ہی  
برگل خیال زخم سی دامن نگاہ کا

جان در ہوائِ یک نگہ گرم ہی اسد

پروانہ ہی وکیل تری دادخواہ کا

\*\*\*

جور سی باز آئی پر باز آئیں کیا

کہتی ہیں »ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا«

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان

ہو رہی گا کچھ نہ کچھ گہرائیں کیا

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں، لگاؤ

جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا

ہولی کیوں نامہ بر کی ساتھ ساتھ

یارب اپنی خط کو ہم پہنچائیں کیا؟

ہوج خوں سر سی گزر رہی کیوں نہ جای

آستان یار سی اٹھ جائیں کیا؟

عمر بھر دیکھا کیا مرنی کی راہ

مرگئی پر دیکھی دکھلائیں کیا؟

.. پوچھتی ہیں وہ کہ 'ہا' .. کون ہی؟  
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں گا

لطافت بی کثافت جلوہ مدام کر نہیں سکتی  
چمن رنگارہی آئینہ باد بہاری کا  
حریف جوش دریا نہیں خود داری ساحل  
جہاں ساقی ہو تو باطل ہی دعویٰ ہوشیاری کا

عشرت قطرہ ہی دریا میں فنا ہو جانا .  
درد کا حد سی گزرتا ہی دوا ہو جانا  
نبھسی قسمت میں مری صورت قفل ابجد  
تھالکھا بات کی بنتی ہی جدا ہو جانا  
دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت میں تمام  
مٹ گیا گھسنی میں اس عقدہ کا وا ہو جانا

اب جفا سی بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ  
 اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا !  
 ضعف سی گرنہ مبتل بہ دم سردهوا  
 باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا  
 دل سی مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال  
 ہو گیا گوشت سی ناخن کا جدا ہو جانا  
 ہی مجھی ابر بہاری کا برس کر کھلنا  
 رونی رونی غم فرقت میں فنا ہو جانا  
 گر نہیں نکھت گل کو تری کوچی کی ہوس  
 کیوں ہی گرد رہ جولان صبا ہو جانا  
 تاکہ تجھ پر کھلی اعجاز ہوائی صیقل  
 دیکھ برسات میں سبز آئینی کا ہو جانا  
 بخشی ہی جلوۂ گل ذوق تماشا غالب  
 چشم کوچاہی ہر رنگ میں وا ہو جانا



## ردیف (ب)

۱۵۰

پهر هوا وقت که هو بال کشاموج شراب  
دی بطمی کودل و دست شناموج شراب  
پوچه مت وجه سینه مستی ارباب چمن  
سایه تاک میں هوئی هی هواموج شراب  
جو هوا غرقه می بخت رسا رکھتا هی  
سرسی گزری پہ بھی هی بال هماموج شراب  
هی یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا هی اگر  
موج هستی کو کی فیض هواموج شراب  
جس قدر روح نبائی هی جگر تشنه ناز  
دی هی تسکین بدم آب بقا موج شراب  
بس کہ دوزی هی رگ تاک میں خوں هو هو کر  
شہیر رنگ سی هی بال کشاموج شراب

موجہ گل سی چراغاں ہی گزر گاہ خیال  
 ہی تصوّر میں زبس جلوہ نما موج شراب  
 نشہ کی بردی میں ہی محو تماشا ہی دماغ  
 بس کہ رکھتی ہی سر نشو و نما موج شراب  
 ایک عالم پہ ہیں طوفانی کیفیت فصل  
 موجہ سبزہ نو خیز سی تا موج شراب  
 شرح ہنگامہ ہستی ہی زہی موسم گل  
 رہبر قطرہ بہ دریا ہی خوشا موج شراب  
 ہوش از قی ہیں مری جلوہ گل دیکھ اسد  
 پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب





## ردیف (ت)

افسوس که دندان کا کیا رزق فلک فی  
جن لوگوں کی تھی درخور عقد گہرا نگشت  
کافی ہی نشانی تری چھلی کا نہ دینا  
خالی مجھی دکھلا کی بوقت سفر انگشت  
لکھتا ہوں اسد سوزش دل سی سخن گرم  
تار کہ نہ سکی کوئی مری حرف پہ انگشت



رہا مگر کوئی تا قیامت سلامت  
پھر اک روز مرنا ہی حضرت سلامت  
جگر کو مری، عشق خوننا بہ مشرب  
لکھی ہی خداوند نعمت سلامت  
علی الرغم دشمن، شہید وفا ہو  
مبارک مبارک، سلامت سلامت

نہیں گرسرو برگ ادراکب معنی،  
تماشائی نیرنگ صورت سلامت



مند گئیں کھولتی ہی کھولتی آنکھیں غالب  
یار لائی مری بالین پہ اسی پر کس وقت



آمد خط سی ہوا ہی سرد جو بازار دوست  
دو دسمع کشتہ تھا شاید خطر رخسار دوست

ای دل نا عاقبت اندیش! ضبط شوق کر  
کون لاسکتا ہی تاب جلوہ دیدار دوست

خانہ ویراں سازی حیرت تماشا کیجئی  
صورت نقش قدم ہوں رفتہ رفتہ رخسار دوست

عشق میں بیداد رشک غیر فی مارا مجھی  
کشتہ دشمن ہوں آخر گرچہ تھا بیمار دوست

چٿم ماروشن ڪه اس بي درد ڪا دل شادهي  
 ديده پر خون همارا ساغر سرشار دوست  
 غير يون ڪرناهي ميري پرش اسڪي هجرهين  
 بي تڪلف دوست هو جيئسي ڪوئي غمخوار دوست  
 تا ڪه مين جانن ڪه هي اسڪي رسائي وان تلڪ  
 مجھ ڪو ديتا هي پيام وعده ديدهار دوست  
 جب ڪه مين ڪرنا هو ان پناش ڪو ضعف دماغ  
 سر ڪري هي وه حديث زلف غنبر بار دوست  
 چپڪي چپڪي مجھ ڪو روئي ديڪه پاتا هي اگر  
 هنس ڪي ڪرناهي بيان شوخي گفتار دوست  
 مهرباني هائي دشمن ڪي شڪايت ڪي جيتي؟  
 بابيان ڪي جي سپاس لذت آزار دوست  
 يه غزل اپني مجھي جي سي پسند آئي هي آپ  
 هي ردیف شعر مين غالب زبس تڪرار دوست

### ردیف (ج)

گلشن میں بندوبست بہ رنگ دگر ہی آج  
قمری کا طوق حلقہ بیرون در ہی آج  
آٹا ہی ایک پارہ دل ہر فغاں کی ساتھ  
تارِ نفس کند شکار اُر ہی آج  
ای عافیت کنارہ کمر ای انتظام چل  
سیلاب گریہ در پی دیوار و در ہی آج

\*\*\*

لوہم مریض عشق کی بیمار دار ہیں  
اچھا اگر نہ ہوتو مسیحا کا کیا علاج؟

\*\*\*

### ردیف (چ)

نفس نہ انجمن آرزو سی باہر کھینچ  
اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ

کمال گرمیٰ سعیٰ تلاش دید نہ پوچھ  
 برنگ خارمری آئینہ سی جوہر کھینچ  
 تجھی بہانہ راحت ہی انتظار ای دل  
 کیا ہی کس فی اشارہ کہ ناز بستہ کھینچ؟  
 تری طرف ہی بہ حسرت نظارہ زرگس  
 بکوریٰ دل و چشم رقیب ساغر کھینچ  
 بہ نیم غمزہ ادا کر حق و دیعت ناز  
 نیام بردہ زخم جگر سی خنجر کھینچ  
 مری قدح میں ہی صہبای آتش پنہاں  
 بروی سفرہ کباب دل سمندر کھینچ



ردیف (د)

حسن غمزی کی کشاکش سی چھٹا میری بعد  
 باری آرام سی ہیں اہل جفا میری بعد

منصب شیفتگی کی کوئی قابل نہ رہا  
 ہوئی معزولیٰ انداز و ادا میری بعد  
 شمع بجھتی ہی تو اس میں سی دھواں اٹھتا ہی  
 شعلہ عشق سیہ پوش ہوا میری بعد  
 خون ہی دل، خاک میں، احوال بتاں پر، یعنی  
 انکی ناخن ہوئی محتاج حنا میری بعد  
 درخور عرض نہیں جوہر بیداد کو جا  
 نگہ ناز ہی سرمی سی خفا میری بعد  
 ہی جنوں، اہل جنوں کی لپی، آغوش وداع  
 چاک ہوتا ہی گریباں سی جدا میری بعد  
 کون ہوتا ہی حریف می مردافکن عشق؟  
 ہی مکرر لب ساقی پہ صلا میری بعد  
 غم سی مرنا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی  
 کہ کری تعزیت مہر و وفا میری بعد

آئی ہی بی کسی عشقیہ زونا غالب  
کسکی گھر جائیگا سیلاب بلا میری بعد

### ردیف (ر)

بلاسی 'ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار  
نگاہ شوق کو ہیں بال و پر درو دیوار  
وفور اشک نی کاشانی کا کیا یہ رنگ  
کہ ہو گئی مری دیوار و در درو دیوار  
نہیں ہی سایہ کہ سن کر نوید مقدم یار  
گئی ہیں چند قدم بیشتر در و دیوار  
ہوئی ہی کس قدر ارزانی می جلوہ!  
کہ مست ہی تری کوچی میں ہر درو دیوار  
جو ہی تجھی سر سودائی انتظار ' تو آ!  
کہ ہیں دکان متاع نظر در و دیوار

هجوم گریہ کا سامان کب کیا میں تی؟  
 کہ گر پڑی نہ مری پانوں پر درو دیوار  
 وہ آ رہا مری ہمسائی میں تو سائی سی  
 ہوئی فدا در و دیوار پر در و دیوار  
 نظر میں کھٹکی ہی بن تیری گھر کی آبادی  
 ہمیشہ روتی ہیں ہم دیکھ کر درو دیوار  
 نہ پوچھ بی خودی عیش مقدم سیلاب  
 کہ ناچتی ہیں پڑی سر بسر درو دیوار  
 نہ کہہ کسی سی کہ غالب نہیں زمانی میں  
 حریف راز محبت، مگر در و دیوار



گھر جب بنا لیا تری در پر کہی بغیر  
 جانیکا اب بھی تو نہ مرا گھر کہی بغیر  
 کہتی ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن  
 «جانوں کیسکی دلکی میں کیونکر کہی بغیر؟»



کام اس سی آ پڑا ہی کہ جسکا جہان میں  
 لیوی نہ کوئی نام « ستمگر » کہی بغیر  
 جی میں ہی کچھ نہیں ہی ہماری وگر نہ ہم،  
 سر جائی یار ہی، نہ رہیں پر کہی بغیر  
 چھوڑو نگا میں نہ اس بت کافر کا پوجنا  
 چھوڑی نہ خلق کو مجھی کافر کہی بغیر  
 مقصد ہی ناز و غمزہ، ولی گفتگو میں کام  
 بنتا نہیں ہی، بادۂ و ساغر کہی بغیر  
 بہرا ہوں میں تو چاہی دونا ہو التفات  
 سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہی بغیر  
 غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض  
 ظاہر ہی تیرا حال سب ان پر کہی بغیر  
 کیوں جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھ کر؟  
 جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر

آتش پرست کہتی ہیں اہل جہاں مجھی  
 سرگرم نالہائی شرربار دیکھکر  
 کیا آبرویٰ عشق جہاں عام ہو جفا  
 رکنا ہوں تمکو ہی سبب آزار دیکھکر  
 آنا ہی میری قتل کو پر جوش رشک سی  
 مرتا ہوں اس کی ہاتھ میں تلوار دیکھکر  
 ثابت ہوا ہی گردن مینا پہ خون خلق  
 لڑی ہی موج می ٹی رفتار دیکھکر  
 واحسرتا کہ یار نی کھینچا ستم سی ہاتھ  
 ہم کو حریص لذت آزار دیکھکر  
 بک جاتی ہیں ہم آپ متاع سخن کیساتھ  
 لیکن عیار طبع خریدار دیکھکر  
 زناں باندہ ، سبجہ صد دانہ توڑ ڈال  
 رھر و چلی ہی راہ کو ہموار دیکھکر

ان آبلوں سی پانوں کی گھبرا گیا تھا میں  
 جی خوش ہوا ہی راہ کو پر خار دیکھ کر  
 کیا بد گماں ہی مجھسی کہ آئینی میں مری  
 طوطی کا عکس سمجھی ہی رنگار دیکھ کر  
 گر نی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر  
 دیتی ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر  
 سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا  
 یاد آ گیا مجھی تری دیوار دیکھ کر



لرزتا ہی مرا دل زحمت مہر درخشاں پر  
 میں ہوں وہ قطرہ شبنم کہ ہو خازیناں پر  
 نہ چھوڑی حضرت یوسف نی یاں بھی خانہ آرائی  
 سفیدی دیدہ یعقوب کی بھرتی ہی زنداں پر  
 فنا تعلیم درس بیخودی ہوں اس زمانی سی  
 کہ مجنوں لام الف اکھتا تھا دیوار دیستان پر

فراغت کس قدر دھتی مجھی تشویش مرہم سی  
 بہم گر صلح کرنی پارہائی دل نمکدان پر  
 نہیں اقلیم الفت میں کوئی طومار ناز ایسا  
 کہ پشت چشم سی جسکی نہ ہووی مہر عنوان پر  
 مجھی اب 'دیکھ کر ابر شفق آلودہ' یاد آیا  
 کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستان پر  
 بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہو گا؟  
 قیامت اک ہوائی تندھی خاک شہیدان پر  
 نہ لڑ ناصح سی غالب کیا ہوا اگر اسنی شدت کی  
 ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہی گریبان پر

ہی بس کہ ہر اک انکی اشاری میں نشان اور  
 کرنی ہیں محبت تو گذرتا ہی گماں اور  
 یارب! وہ نہ سمجھی ہیں نہ سمجھینگے مری بات  
 دی اور دل انکو جو نہ دی مجھ کو زبان اور

ابروسی ہی کیا اس نگہ ناز کو پیوند  
 ہی تیر مقرر مگر اس کی ہی کلں اور  
 تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گی  
 لی آئیں گی باز اسی جا کر دل و جاں اور  
 ہر چند سبک دست ہوئی بت شکنی میں  
 ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہی سنگ گراں اور  
 ہی خون جگر جوش میں، دل کھول کی روتا  
 ہونی جو کئی دیدہ خوننا بہ فشاں اور  
 مرتا ہوں اس آواز پہ، ہر چند سر اڑ جائی  
 جلاد کو لیکن وہ کہی جائیں کہ "ہاں اور!"  
 لوگوں کو ہی خورشید جہاں تاب کا دھوکا  
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور  
 لیتا، نہ اگر دل تمہیں دیتا، کوئی دم چین  
 کرتا، چونہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور

پاتی نہیں جب راہ، تو چڑھ جاتی ہیں نالی  
 رکتی ہی مری طبع، تو ہوئی ہی رواں اور  
 ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھی  
 کہتی ہیں کہ غالب کا ہی انداز بیان اور

\*\*\*

صفائی حیرت آئینہ ہی سامان رنگ آخر  
 تغیر آب برجامانده کا پاتا ہی رنگ آخر  
 نہ کی سامان عیش و جہان فی تدبیر و حشمت کی  
 ہوا جام زمرہ بھی مجھے داغ پلنگ آخر

\*\*\*

جنوں کی دستگیری کس سی ہو گر ہونہ عربانی  
 گریباں چاک کا حق ہو گیا ہی میری گردن پر  
 برنگ کاغذ آتش زدہ، نیرنگ بی تابی،  
 ہزار آئینہ، دل باندھی ہی بال یک تپیدن پر

فلک سی ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی  
 متاع بردہ کو سمجھی ہوئی ہیں قرض دھن پر  
 ہم اور وہ، بی سبب رنج، آشنادشمن، کہ رکھتا ہی  
 شعاع مہر سی تہمت نگہ کی، چشم روزن پر  
 فنا کو سونپ کر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا  
 فروغ طالع خاشاک ہی موقوف گلخن پر  
 اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سی کہتا ہی  
 کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

ستم کش مصلحت سی ہوں کہ خواباں تجھ پہ مرتی ہیں  
 تکلف برطرف مل جائی گا تجھ سے رقیب آخر

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور  
 تنہا گئی کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جای گا سر، گر ترا پتھر نہ گھسی گا  
 ہوں دریہ تری ناصیہ فرسا کوئی دن اور  
 آئی ہو کل اور آج ہی کہتی ہو کہ حاؤں  
 مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا، کوئی دن اور  
 جانی ہوئی کہتی ہو قیامت کو ملیں گی  
 کیا خوب! قیامت کا ہی گویا کوئی دن اور  
 ہاں ای فلک پر جواں تھا ابھی عارف  
 کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرنا کوئی دن اور  
 تم ماہ شب چار دھم تھی مری گھر کی  
 پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور  
 تم کون سی ایسی تھی کھری داد و ستد کی  
 کرنا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور  
 مجھسی تمہیں نفرت سہی، تیرسی لڑائی،  
 بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشہ کوئی دن اور

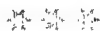


گر ری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش  
 کرنا تھا جواں مرگ گذارا کوئی دن اور  
 ناداں ہو جو کہتی ہو کہ کیوں جیتی ہیں غالب  
 قسمت میں ہی مرنی کی تمنا کوئی دن اور



### ردیف (ز)

فارغ مچھی نہ جان کہ مانند صبح و مہر  
 ہی داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز  
 ہی ناز مفلساں زر از دست رفتہ پر  
 ہوں گل فروش شوخی داغ کفن ہنوز  
 می خانہ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں  
 خمیازہ کھینچی ہی بت بی داد فن ہنوز



حریف مطلب مشکل نہیں فسون نیاز  
دعا قبول ہو یا رب کہ عمر خضر دراز

نہ ہو بہ ہرزہ بیابان نورد و ہم وجود  
ہنوز تیری تصوّر میں ہی نشیب و فراز

وصال جلوہ تماشا ہی بر دماغ کہاں  
کہ دیجی آئینہ انتظار کو پرواز

ہر ایک ذرّہ عاشق ہی آفتاب پرست  
گئی نہ خاک ہوئی پر ہوائِ جلوہ ناز

نہ پوچھ وسعت می خانہ جنوں غالب  
جہاں بہ کاسہ گردوں ہی ایک خاک انداز



وسعت سعی کرم دیکھ کہ سرتاسر خاک  
گزری ہی آبلہ یا ابر گہر بار ہنوز

یک قلم کاغذ آتش زدہ ہی صفحہ دشت  
نقش پا میں ہی تپ گرمی رفتار ہنوز

کیوں کر اس بت سی رکھوں جان عزیز؟  
کیا نہیں ہی مجھی ایمان عزیز؟

دل سی نکلا ، پہ نہ نکلا دل سی  
ہی تری تیر کا پیکان عزیز

تاب لائی ہی بنی گی غالب  
واقعہ سخت ہی اور جان عزیز

نہ گل نغمہ ہو بہ نہ پردہ ساز  
میں ہو بہ اپنی شکست کی آواز

تو ، اور آرائش خم کاکل ،  
میں ، اور اندیشہ ہائی دور دراز

لاف تمکین ، قریب سادہ دلی  
 ہم ہیں اور رازهای سینه گداز  
 ہوب گرفتار الفت صیاد  
 ورنہ باقی ہی طاقت پرواز  
 وہ بھی دن ہو کہ اس ستمگر سی  
 ناز کھینچوں بجای حسرت ناز  
 نہیں دل میں مری وہ قطرہ خوں  
 جس سی مرگاں ہوئی نہ ہو گلہ باز  
 ای ترا جلوہ ! یک قلم انگیز  
 ای ترا ظلم ! سر بہ سر انداز  
 تو ہوا جلوہ گر ، مبارک ہو  
 ریش سجدہ جبین نیاز  
 مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا  
 میں غریب اور تو غریب نواز

میں نے یہ جان لیا تھا

تو تو میری دیکھ کر

پتھر (سے)

میں نے تو یہ جان لیا تھا

تو تو میری دیکھ کر

میں نے تو یہ جان لیا تھا

تو تو میری دیکھ کر

میں نے تو یہ جان لیا تھا

تو تو میری دیکھ کر

میں نے تو یہ جان لیا تھا

تو تو میری دیکھ کر

میں نے تو یہ جان لیا تھا

تو تو میری دیکھ کر

دیکھ کر تجھ کو، چمن بس کہ نمو کرنا ہی  
 خود بہ خود ہنچی ہی گل گوشہ دستار کی پاس  
 سر کیا پھوڑ کی سر غالب وحشی، ہی! ہی!  
 بیٹھنا اس کا وہ آ کر تری دیوار کی پاس  
 \* \* \*

### ردیف (ش)

نہ لیوی گر خس جوہر طراوت سبزہ خط سی  
 لگادی خانہ آئینہ میں روی نگار آتش  
 فروغ حسن سی ہونی ہی حل مشکل عاشق  
 نہ نکلی شمع کی پاسی، نکالی گر نہ خار، آتش  
 \* \* \*

### ردیف (ع)

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہی تار شعاع  
 چرخ واکرنا ہی ماہ نوی آغوش وداع  
 \* \* \*

رخ نگار سی ہی سوز جاودانی شمع  
 هوئی ہی آتش گل آب زندگانی شمع  
 زبان اہل زبان میں ہی مرگ خاموشی  
 یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع  
 کری ہی صرف بہ ایمانی شعلہ قصہ تمام  
 یہ طرز اہل فنا ہی فسانہ خوانی شمع  
 غم اسکو حسرت پروانہ کاهی ای شعلہ  
 تری لرزنی سی ظاہر ہی ناتوانی شمع  
 تری خیال سی روح اهتزاز کرتی ہی  
 بہ جلوہ ریزی باد و بہ ہر فغانی شمع  
 نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ  
 شگفتگی ہی شہید گل خزانہ شمع  
 جلی ہی دیکھکی بالین یار پر مجھکو  
 نہ کیوں ہو دل پہ مری داغ بدگمانی شمع

❦ ❦ ❦

## ردیف ( ف )

بیم رقیب سی نہیں کرتی وداع ہوش  
مجبوریاں تلک ہوئی ای اختیار حیف  
جلتاہی دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئی  
ای نا تمامی نفس شعلہ بار حیف



## ردیف ( ک )

زخم پر چھڑکین کہاں طفلان بی پروا تمک  
کیا مزہ ہوتا اگریتھر میں بھی ہوتا تمک  
گرد راہ یارہی ساعاں ناز زخم دل  
ورنہ ہوتا ہی جہاں میں کس قدر پیدا تمک  
مجھکو ارزائی رہی تجھکو مبارک ہو جیو  
نالہ بلبل کا درد اور خندہ گل کا تمک



شور جولان تھا کنار بحر پر کسکا؟ کہ آج  
 گرد ساحل ہی بہ زخم موجہ دریا تک  
 داد دیتا ہی مری زخم جگر کی واہ وا  
 یاد کرتا ہی مجھی دیکھی ہی وہ جس جا تک  
 چھوڑ کر جانا تیرے مجروح عاشق حیف ہی  
 دل طلب کرتا ہی زخم اور مانگیں ہیں اعضا تک  
 غیر کی منت نہ کھینچو نگائی تو فیر درد  
 زخم مثل خندہ قاتل ہی سر تپا تک  
 یاد ہیں غالب تبھی وہ دن؟ کہ وجد ذوق میں  
 زخم سی گرتا تو میں پلکوں سی چننا تھا تک  
 \* \* \*

آہ کو چاہیئی ایک عمر اتر ہوں تک  
 کون جیتا ہی تری زلف کی سر ہونی تک  
 دام ہر موج میں ہی حلقہ صد کام نہنگ  
 دیکھیں کیا گزری ہی قطری پہ گہر ہونی تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیستاب  
 دل کا کیارنگ کروں خون جگر ہونی تک  
 ہم فی مانا کہ تغافل نہ کرو گئی لیکن  
 خاک ہو جائیں گی ہم تم کو خبر ہونی تک  
 بر تو خور سی ہی شبم کو فنا کی تعلیم  
 میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونی تک  
 یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل  
 گرمی بزم ہی اک رقص شرر ہونی تک  
 غم ہستی کا اسد کس سی ہو جز مرگ علاج  
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہی سحر ہونی تک  
 ✨ ✨ ✨

ردیف (گ)

گر نبھکوهی یقین اجابت دعا نہ مانگ  
 یعنی بغیر یک دل بی مدعا نہ مانگ

آناہی داغ حسرت دل کا شمار یاد  
مجھسی مری گنہ کا حساب ای خدا نہ مانگ

\*\*\*

### ردیف (ل)

ہی کس قدر ہلاک فریب وفائی گل  
بلبل کی کاروبار پہ ہیں خندہ ہائی گل  
آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف  
نوٹی پڑی ہیں حلقہ دام ہوائی گل  
جو تھا سو موج رنگ کی دھو کی میں مر گیا  
ای وائی نالہ لب خونیں نوائی گل  
خوش حال اس حریف سیہ مست کا کہ جو  
رکھتا ہو مثل سایہ گل سر بہ پای گل  
ایجاد کرتی ہی اسی تیری لپی بہار  
میرا رقیب ہی نفس عطر سائی گل

شرمندہ رکھتی ہیں مجھی باد بہار سی  
 مینائی بی شراب، و دل بی ہوائی گل  
 سطوت سی تیری جلوۂ حسن غیور کی  
 خون ہی مری نگاہ میں رنگ ادائی گل  
 تیری ہی جلوئی کا ہی یہ دھوکا کہ آج تک  
 بی اختیار دوڑی ہی گل، درقہائی گل

غالب مجھی ہی اس سی ہم آغوشی آرزو  
 جس کا خیال ہی گل جیب قبائی گل



### ردیف (م)

غم نہیں ہوتا ہی آزادوں کو بیش از یک نفس  
 برق سی کرتی ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم  
 محفلین برہم کری ہی گنجفہ باز خیال  
 ہیں ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

باوجودیک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں  
 ہیں چراغان شبستان دل پروانہ ہم  
 ضعف سی ہی فی قناعت سی یہ ترک جستجو  
 ہیں وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم  
 دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد  
 جاتی ہیں سینہ پرخون کو زنداں خانہ ہم



بہ نالہ حاصل دل بستگی فراہم کر  
 متاع خانہ زنجیر جز صدا معلوم



مجھکو دیار غیر میں مارا وطن سی دور  
 رکھ لی مری خدائی مری بیکسی کی شرم  
 وہ حلقہائی زلف کہیں میں ہیں، ای خدا  
 رکھ لیجو میری دعویٰ و ارستگی کی شرم





## ردیف (ن)

لوں و ام بخت خفته سی یک خواب خوش دلی  
غالب یہ خوف ہی کہ کہاں سی ادا کروں

\*\*\*

وہ فراق اور وہ وصال کہاں  
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں  
فرصت کار و بار شوق کسی  
ذوق نظارۂ جمال کہاں  
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا  
شور سودائے خط و خال کہاں  
تھی وہ اک شخص کی تصور سی  
اب وہ رعنائی خیال کہاں  
ایسا آسائے نہیں لہو رونا  
دل میں طاقت جگر میں حال کہاں

ہم سی چھوٹا قمار خانہ عشق  
 واں جو جاویں گرہ میں مال کھاب  
 فکر دنیا میں سر کھپاتا ہوں  
 میں کھان اور یہ وبال کھاب  
 مضحکہ ہو گئی قوی غالب  
 وہ عناصر میں اعتدال کھان

\*\*\*

کی وفا ہم سی تو غیر اسکو جفا کہتی ہیں  
 ہوئی آئی ہی کہ اچھوں کو برا کہتی ہیں  
 آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُسی  
 کہنی جانی تو ہیں پردیکھٹی کیا کہتی ہیں  
 اگی وقتوں کی ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو  
 جو می و نغمہ کو اندوہ رہا کہتی ہیں  
 دل میں آجای ہی ہوئی ہی جو فرصت غش سی  
 اور پھر کون سی نالی کو رسا کہتی ہیں ؟

می بری سرحد ادراک سی اپنا مسجود  
 قبلی کو اہل نظر قبلہ نما کہتی ہیں  
 پائی افکار پہ جب سی نبھی رحم آیا ہی  
 خار رہ کو نری ہم مہر گیا کہتی ہیں  
 اک شر رد میں ہی اس سی کوئی گہرائی کیا  
 آگ مطلوب ہی ٹھک جو ہوا کہتی ہیں  
 دیکھتی لاتی ہی اس شوخ کی نخوت کیا رنگ  
 اسکی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتی ہیں  
 وحشت و شیفہ اب مرئیہ کہوین شاید  
 مر گیا غالب آشفہ نوا کہتی ہیں

\*\*\*

حابرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں  
 ہی گریبان تنگ پیرا ہن جو دامن میں نہیں  
 ضعف سی ای کر یہ کچھ باقی مری تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اڑ گیا جو خوں کہ دامن میں نہیں



ہو گئی ہیں جمع اجزائِ نگاہِ آفتاب  
 ذریٰ اسکی گھر کی دیواروں کی روزن میں نہیں  
 کیا کہوں تاریکی زندانِ غم اندھیر ہی  
 پنبہ نور صبح سی کم جسکی روزن میں نہیں  
 رونق ہستی ہی عشق خانہ ویراں ساز سی  
 انجمن بی شمع ہی گر برق خرم میں نہیں  
 زخم سلوانی سی مجھ پر چارہ جوئی کا ہی طعن  
 غیر سمجھا ہی کہ لذتِ زخم سوزن میں نہیں  
 بس کہ ہیں ہم اک بہارِ ناز کی ماری ہوئی  
 جلوۂ گل کی سوا گرد اپنی مدفن میں نہیں  
 قطرہ قطرہ اک ہیولیٰ ہی نئی ناسور کا  
 خون بھی ذوقِ درسی فارغ مری تن میں نہیں  
 لی گئی ساقی کی نخوتِ قلزمِ آشامی مری  
 موج می کی آجِ رگ مینا کی گردن میں نہیں

ہو فشار ضعف میں کیا ناتوانی کی نمود؟  
 قد کی جھکنی کی بھی گنجائش مریں میں نہیں  
 تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قدر؟  
 بی تکلف ہوں وہ مشّتِ خس کہ گلخن میں نہیں



عہدی سی مدح ناز کی باہر نہ آ سکا  
 گراک ادا ہو تو اسی اپنی قضا کہوں  
 حلقی ہیں چشمِ ہائی کشادہ بہ سوئی دل  
 ہر تار زلف کو نگہِ سرمہ سا کہوں  
 میں اور صد ہزار نوایٰ جگر خراش  
 تو اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہوں  
 ظالم مری گماں سی مجھی منفعل نہ چاہ  
 ہی ہی! خدا نہ کردہ تجھی بی وفا کہوں!



مهربان هو ڪي بلالو مجھي چاهو جس وقت  
 ميں ڳيا وقت نهين هون ڪه بهر آبهني نه سڪون  
 ضعف ميں طعنہ اغيار ڪا شڪوه ڪيا هي؟  
 بات ڪچھ سر تو نهين هي ڪه ائها بهني نه سڪون  
 زهر ملتا هي نهين مجھ ڪو ستم گر ورنه  
 ڪيا قسم هي تري ملني ڪي ڪه ڪها بهني نه سڪون



هم سي ڪهل جاؤ به وقت مي پرستي ايڪ دن  
 ورنه هم چھيڙ بنگي رکھ ڪر عذر مستي ايڪ دن  
 غرہ اوج بنائي عالم امڪان نه هو  
 اس بلندي ڪي نصيبون ميں هي پرستي ايڪ دن  
 قرض ڪي پيتي تهئي مي ليڪن سمجتي تهئي ڪه هاڻ  
 رنگ لائيگي هماري فاقه مستي ايڪ دن  
 نغمه هاي غم ڪو بهي اي دل غنيمت جانيي  
 بي صدا هر جائگيا به ساز هستي ايڪ دن

دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں  
ہم ہی کر بیٹھی تھی غالب پیش دستی ایکدن



ہم پر جفا سی ترک وفا کا گہاں نہیں  
اک چھیڑھی وگرنہ مراد امتحان نہیں  
کس منہ سی شکر کی جی اس لطف خاص کا  
برسش ہی اور پای سخن درمیاں نہیں

ہم کو ستم عزیز 'ستم گر کو ہم عزیز  
نامہرباں نہیں ہی ' اگر مہرباں نہیں  
بوسہ نہیں نہ دیجی دشنام ہی سہی

آخر زباں تور کھتی ہونم گردھاں نہیں



ہر چند جان گدازی قہر و عتاب ہی  
ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہیں

جاں مطرب ترانہ هل من مزید ہی  
 لب پر دہ سنج زمزمہ الاماں نہیں  
 خنجر سی چیر سینه اگر دل نہ ہو دو نیم  
 دل میں چھری چھو مثرہ گر خون چکاں نہیں  
 ہی تنگ سینه دل اگر آتش کدہ نہ ہو  
 ہی عار دل نفس اگر آذر فشاں نہیں  
 نقصاں نہیں جنوں میں بلا سی ہو گھر خراب  
 سو گز زمیں کی بدلی بیاباں گراں نہیں  
 کہتی ہو کیا لکھا ہی تری سر نوشت میں  
 گویا جبین پہ سجدہ بت کا نشان نہیں  
 پاتا ہوں اس سی داد کچھ اپنی سخن کی میں  
 روح القدس اگرچہ سر اہم زباں نہیں  
 جاں ہی بہاؤ ہوسہ ولی کیوں کہی ابھی؟  
 غالب کو جانتا ہی کہ وہ نیم جاں نہیں

مانع دشت نور دی کوئی تدبیر نہیں  
 ایک چگر ہی مری پانوں میں زنجیر نہیں  
 شوق اس دشت میں دوڑائی ہی بچھو کہ جہاں  
 جادہ غیر از نگہ دیدہ تصویر نہیں  
 حسرت لذت آزار رہی جاتی ہی  
 جادہ راہ وفا جز دم شمشیر نہیں  
 رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو  
 خوش ہوں گر نالہ زبونی کس تاثیر نہیں  
 سر کھجانات ہی جہاں زخم سراچھا ہو جائی  
 لذت سنگ بہ اندازہ تقریر نہیں  
 جب کرم رخصت بی باکی و گستاخی دی  
 کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہیں  
 غالب اپنا یہ عقیدہ ہی بقول ناسخ  
 «آپ بی ہرہ ہی جو معتقد میر نہیں»

❦ ❦ ❦ ❦ ❦

مت مردمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں

ہیں جمع سویدائی دل چشم میں آہیں



برشکال دیدہ عاشق ہی دیکھا چاہی

کھل گئی مانند گل سو جاسی دیوار چمن

الفت گل سی غلط ہی دعویٰ و ارستگی

سروہی با وصف آزادی گرفتار چمن



عشق تاثیر سی نوید نہیں

جال سپاری شجر بید نہیں

سلطنت دست بہ دست آئی ہی

جام می خاتم جمشید نہیں

ہی تجلی تری سامان وجود

ذرہ بی بر تو خورشید نہیں

راز معشوق نہ رسوا ہو جائے  
 ورنہ مرجانی میں کچھ بھید نہیں  
 گردش رنگ طرب سی ڈر ہی  
 غم محرومی جاوید نہیں  
 کہتی ہیں جیتی ہیں امید پہ لوگ  
 ہم کو جیتی کی بھی امید نہیں  
 ✽ ✽ ✽

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتی ہیں  
 خیاباں خیاباں ارم دیکھتی ہیں  
 دل آشتگان خال کنج دھن کی  
 سویدا میں سیر عدم دیکھتی ہیں  
 تری سرو قامت سی اک قد آدم  
 قیامت کی فتنی کو کم دیکھتی ہیں  
 تماشا کر ای محو آئینہ داری  
 نبھی کس تناسی ہم دیکھتی ہیں



سراغ تف نالہ لی داغ دل سی  
 کہ شب رو کا نقش قدم دیکھتی ہیں  
 - بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب  
 تماشاۓ اہل کرم دیکھتی ہیں  
 \*\*\*

ملتی ہی خوی یار سی نار التہاب میں  
 کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں  
 کب سی ہوں کیا بتاؤں جہان خراب میں  
 شب های ہجر کو بھی رکھوں گرجا میں  
 تا پھر نہ انتظار میں نیند آئی عمر بھر  
 آئی کا عہد کر گئی آئی جو خواب میں  
 قاصد کی آئی آئی خط اک اور لکھ رکھوں  
 میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گی جواب میں  
 مجھ تک کب ان کی بزم میں آنا تھا دور جام؟  
 ساقی فی کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

جو منکر وفا ہو فریب اس پہ کیا چلی  
 کیوں بدگماں ہوں دوست سی دشمن کی باب میں  
 میں مضطرب ہوں وصل میں خوف رقیب سی  
 ڈالا ہی تم کو وہم فی کس پیچ و تاب میں  
 میں اور حظ وصل ، خدا ساز بات ہی ،  
 جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں  
 ہی تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کی  
 ہی اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب میں  
 لاکھوں لگاؤ ایک چراغاں نگاہ کا  
 لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں  
 وہ نالہ دل میں خس کی براہر جگہ نہ پائی  
 جس نالہ سی شکاف پڑی آفتاب میں  
 وہ سحر مدعا طلبی میں نہ کام آئی  
 جس سحر سی سفینہ رواں ہو سراپ میں

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی

پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

\*\*\*

کل کی لی کر آج نہ خستِ شراب میں

یہ سوء ظن ہی ساقی کوڑ کی باب میں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند

گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

جار کیوں نکلی لگتی ہی نسی دمِ سماع؟

گر وہ صدا سناؤ ہی چنگ و رباب میں

رو میں ہی رخسِ عمر کہاں دیکھتی تھی

نی ہاتھ باگ پر ہی نہ پاہی رکاب میں

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سی بعد ہی

جتنا کہ وہمِ غیر سی ہوں پیچ و تاب میں

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہی

حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہی کس حساب میں

ہی مشتمل نمود صور پر وجود بحر  
 یاں کیا دھرا ہی قطرہ و موج و حباب میں  
 شرم اک ادائی ناز ہی، اپنی ہی سی سہی  
 ہیں کتنی بی حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں  
 آرایش جمال سی فارغ نہیں ہنوز  
 پیش نظر ہی آئینہ دائم نقاب میں  
 ہی غیب غیب جس کو سمجھتی ہیں ہم شہود  
 ہیں خواب میں ہنوز جو جاگی ہیں خواب میں  
 غالب ندیم دوست سی آتی ہی بوی دوست  
 مشغول حق ہوں بندگی بو تراب میں  
 ❖ ❖ ❖

حیراں ہوں دل کور وؤں کہ پیشوں جگر کو میں  
 مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں  
 چھوڑا نہ رشک فی کہ تری گھر کا نام لوں  
 ہر اک سی پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں؟

جانا پڙا رقيب ڪي در پر هزار بار  
 اي ڪاش! جاتا نه ٿي رهگذر ڪو مي  
 هي ڪيا؟ جو ڪس ڪي باندھي، ميري بلا ڌري  
 ڪيا جاتا نهين هون تمھاري ڪم ڪو مي؟  
 لو وه بهي ڪٿي هي ڪه يه بي ننگ و نام هي  
 يه جاتا اگر تو لانا نه گھر ڪو مي  
 چلتا هون تھوڙي دور هر اک تيزو ڪي سانھ  
 پهچاتا نهين هون ابھي راھبر ڪو مي  
 خواهش ڪو احمقون تي پرستش ديا قرار  
 ڪيا پوچتا هون اس بت بيداد ڪر ڪو مي  
 بھر بي خودي ميں بهول ڪيا راھ ڪوئي يار  
 جاتا وگر نه ايڪ دن اپني خبر ڪو مي  
 اپني په ڪر رها هون قياس اهل دھر ڪا  
 سمجھا هوب دلپذير متاع هنر ڪو مي

غالب، خدا کری کہ سوار سمند ناز  
دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں



ذکر میرا بہ بدی بھی اسی منظور نہیں  
غیر کی بات بگڑ جائی تو کچھ دور نہیں  
وعدہ سیر گلستان ہی، خوشا طالع شوق  
مردہ قتل مقدر ہی جو مذکور نہیں  
شاهد ہستی مطلق کی کمر ہی عالم  
لوگ کہتی ہیں کہ ہی پر ہمیں منظور نہیں  
قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہی دریا لیکن  
ہم کو تقلید تنک ظرفی منظور نہیں  
حسرت! ای ذوق خرابی، کہ وہ طاقت نہ رہی  
عشق پر عریذہ کی گوں بن رنجور نہیں  
ظلم کر ظلم! اگر لطف دریغ آتا ہو  
تو تغافل میں کسی رنگ سی مجبور نہیں

میں جو کہتا ہوں کہ ہم لینگے قیامت میں تمہیں  
 کس رعوت سی وہ کہتی ہیں کہ "ہم حور نہیں"  
 صاف دردی کش پیانہٴ جم ہیں ہم لوگ  
 وای وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں  
 ہوں "ظہوری" کی مقابل میں خفائی غالب  
 میری دعویٰ یہ حجت ہی کہ مشہور نہیں

نالہ جز حسن طلب، ای ستم ایجاد! نہیں  
 ہی تقاضاۓ جفا، شکوۂ بیداد نہیں  
 عشق و مز دوری عشرت گہ خسرو، کیا خوب!  
 ہم کو تسلیم نکو نامیٰ فرہاد نہیں  
 کم نہیں وہ بھی خرابی میں، پہ وسعت معلوم  
 دشت میں ہی مجھی وہ عیش کہ گھر یاد نہیں  
 اہل بینش کو ہی طوفان حوادث مکتب  
 لطمۂ موج کم از سیلابی استاد نہیں

وائی محرومی تسلیم! و بدحال وفا!!  
 جانتا ہی کہ ہمیں طاقت فریاد نہیں  
 رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیوں ہی؟  
 گر چراغاں سر رہ گزر باد نہیں  
 سبد گل کی تلی بند کری ہی گلچیں  
 مژدہ ائی مرغ کہ گلزار میں صیاد نہیں  
 نفی سی کرتا ہی اثبات تراوش گویا  
 دی ہی جای دھن اسکو دم ایجاد » نہیں «  
 کم نہیں، جلوہ گری میں، تری کوچی سی بہشت  
 یہی نقشہ ہی ولی اسقدر آباد نہیں  
 کرتی کس منہ سی ہو غربت کی شکایت غالب  
 تم کو بی مہر یار ان وطن یاد نہیں  
 \* \* \*  
 دونوں جہان دی کی وہ سمجھی یہ خوش رہا  
 یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں



تھک تھک کی ہر مقام پہ دو چار رہ گئی  
تیرا پتا نہ پائیں تو ناچار کیا کریں  
کیا شمع کی نہیں ہیں ہو اخواہ اہل بزم  
ہوغم ہی جاں گداز تو غمخوار کیا کریں ؟

ہو گئی ہی غیر کی شیریں بیانی کار گر  
عشق کا اسکو گماں ہم بی زبانوں پر نہیں

قیامت ہی کہ سن لیلیٰ کا دشت قیس میں آنا  
تعجب سی وہ بولا یوں بھی ہوتا ہی زمانی میں

دل نازک پہ اس کی رحم آتا ہی مجھی غالب  
نہ کر سرگرم اس کافر کو الفت آزمائی میں

دل لگا کر لگ گیا اس کو بھی تنہا بیٹھنا  
باری اپنی بی کسی کی ہم فی پائی داد یاب

ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کی تمام  
 مہر گردوں ہی چراغ رہ گزار بادیاب  
 \* \* \*  
 یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتی ہیں  
 کبھی صبا کو، کبھی نامہ بر کو، دیکھتی ہیں  
 وہ آئی گھر میں ہماری! خدا کی قدرت ہی!!  
 کبھی ہم انکو کبھی اپنی گھر کو دیکھتی ہیں  
 نظر لگی نہ کہیں اس کی دست و بازو کو  
 یہ لوگ کیوں مری زخم جگر کو دیکھتی ہیں  
 تری جواہر طرف کلمہ کو کیا دیکھیں  
 ہم اونچ طالع لعل و گہر کو دیکھتی ہیں  
 \* \* \*  
 نہیں کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہیں  
 شب فراق سی روز جزا زیاد نہیں

کوئی کہی کہ شب مہ میں کیا برائی ہی  
 بلاسی آج اگر دن کو ابر و باد نہیں  
 جو آؤں سامنی انکی تو مرجبا نہ کہیں  
 جو جاؤں و اسی کہیں کو تو خیر باد نہیں  
 کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کھتی ہیں  
 کہ آج بزم میں کچھ قتنہ و فساد نہیں  
 علاوہ عید کی ملتی ہی اور دن بھی شراب  
 گدائی کوچہ می خانہ نامراد نہیں  
 جہاں میں ہو غم و شادی ہم ہمیں کیا کام  
 دیا ہی ہم کو خدائی وہ دل کہ شاد نہیں  
 تم انکی وعدی کا ذکر انسی کیوں کرو غالب  
 یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں



تیری توسن کو صبا باندھتی ہیں  
 ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتی ہیں

آه کا کر فی اثر دیکھا ہی  
 ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتی ہیں  
 تیری فرصت کی مقابل، ای عمر  
 برق کو پا بہ حنا باندھتی ہیں  
 قید ہستی سی رھائی معلوم  
 اشک کو بی سر و پا باندھتی ہیں  
 نشہ رنگ سی ہی وا شد گل  
 مست کب بند قبا باندھتی ہیں  
 غلطی ہائی مضامین مت پوچھ  
 لوگ نالی کو رسا باندھتی ہیں  
 اہل تدبیر کی واماندگیاب!  
 آبلوب پر بھی حنا باندھتی ہیں  
 سادہ پرکار ہیں خوبان غالب  
 ہم سی پیمان وفا باندھتی ہیں



زمانہ سخت کم آزار ہی بجان اسد  
وگرنہ ہم تو زیادہ توقع رکھتی ہیں

\*\*\*

دائم پڑا ہوا تری در پر نہیں ہوں میں  
خاک ایسی زند گئی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں  
کیوں گردش مدام سی گھبرا نہ جای دل  
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں  
یارب! زمانہ مجھ کو مٹاتا ہی کس لٹی؟  
لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں  
حد چاہتی سزا میں عقوبت کی واسطی  
آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں  
کس واسطی عزیز نہیں جانتی مجھی؟  
لعل و زمرد و زرو گوہر نہیں ہوں میں  
رکھتی ہوں قدم میری آنکھوں سی کیوں دریغ؟  
رتی میں مہر و ماہ سی کبتر نہیں ہوں میں

کرتی ہو مجھکو منع قدم بوس کس لی ؟  
 کیا آسمان کی بھی برابر نہیں ہوں میں  
 غالب و ظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا  
 وہ دن گئی کہ کہتی تھی نوکر نہیں ہوں میں



سب کہاں، کچھ لالہ و گل میں غایاں ہو گئیں  
 خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں  
 یاد تھیں ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں  
 لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہو گئیں  
 تھیں بنات النعش گردوں دن کو پردی میں رہاں  
 شب کو انکی دل میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں ؟  
 قید میں یعقوب فی لی گو نہ یوسف کی خبر  
 لیکن آنکھیں روزن دیوار زنداں ہو گئیں  
 سب رقیبوں سی ہوں ناخوش ہر زنان مصر سی  
 ہی زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہو گئیں

جوی خون آنکھوں سی بہی دو، کہ ہی شام فراق  
 میں یہ سمجھو نگا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں  
 ان ہری زادوں سی لیں گی خلد میں ہم انتقام  
 قدرت حق سی بہی حوریں اگر واں ہو گئیں  
 نیند اس کی ہی دماغ اس کا ہی راتیں اس کی ہیں،  
 تیری زلفیں جس کی بازو پر پریشان ہو گئیں  
 میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا  
 بلبلیں سن کر مری نالی غزل خواں ہو گئیں  
 وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کی پار؟  
 جو مری کوتاہی قسمت سی مڑگاں ہو گئیں  
 بس کہ روکا میں فی، اور سینی میں ابھریں پی بہ پی  
 میری آہیں بخیہ چاک گریباں ہو گئیں  
 واں کیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب  
 یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں

جان فزا ہی بادہ، جس کی ہاتھ میں جام آ گیا  
 سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگ جاں ہو گئیں  
 ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہی ترک رسوم  
 ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان ہو گئیں  
 رنج سی خوگر ہو انسان تو مٹ جاتا ہی رنج  
 مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں  
 یوں ہی گرو تارہا غالب تو ای اہل جہاں  
 دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں



دیوانگی سی دوش پہ زناں بھی نہیں  
 یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں  
 دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکی  
 دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں  
 ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہی  
 دشوار تو یہی ہی کہ دشوار بھی نہیں



بی عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہی اور یہاں  
 طاقت بقدر لذت آزار بھی نہیں  
 شوریدگی کی ہاتھ سی ہی سر و بال دوش  
 صحرا میں 'ای خدا! کوئی دیوار بھی نہیں  
 گنجائش عداوت اغیار اک طرف  
 یاں دل میں ضعف سی ہوس یار بھی نہیں  
 ڈر نالہ ہائی زار سی میری 'خدا کو مان  
 آخر نوائی مرغ گرفتار بھی نہیں  
 دل میں ہی یار کی صف مرگاں سی روکشی  
 حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہیں  
 اس سادگی پہ کون نہ مر جائی 'ای خدا!  
 لڑتی ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں  
 دیکھا اس کو خلوت و جلوت میں بارہا  
 دیوانہ گر نہیں ہی تو ہشیار بھی نہیں



نہیں ہی زخم کوئی بھجی کی درخور مری تن میں  
 ہوا ہی تارا شک یاس رشتہ چشم سوزن میں  
 ہوئی ہی مانع ذوق تماشا خانہ و برانی  
 کف سیلاب باقی ہی رنگ پنبہ روزن میں  
 و دیعت خانہ بی داد کاوش های مژگاں ہوں  
 نگین نام شاہد ہی مری ہر قطرہ خون تن میں  
 بیان کس سی ہو ظامت گستری میری شبستان کی  
 شب مہ ہو جور کھلن پنبہ دیوار و نکی روزن میں  
 نکو ہش مانع بی ربطی شور جنوں آئی  
 ہوا ہی خندہ احباب بخیہ جیب و دامن میں  
 ہوئی اس مہروش کی جلوۂ تمثال کی آگے  
 پرافشاں جوہر آئینہ میں مثل ذرہ روزن میں  
 نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبت مخالف ہی  
 جو گل ہوں تو ہوں گلخن میں جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں

ہزاروں دل دئی جوش جنون عشق فی مجھ کو  
 سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خون تن میں  
 اسد زندانیؔ تاثیر الفت ہائی خوباں ہو  
 خم دست نوازش ہو گیا ہی طوق گردن میں

مزی جہان کی اپنی نظر میں خاک نہیں  
 سوای خون جگر سو جگر میں خاک نہیں  
 مگر غبار ہوئی پر ہوا اڑا لیجائی  
 و گر نہ تاب و توان بال و پر میں خاک نہیں  
 یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمدھی ؟  
 کہ غیر جلوۂ گل رہ گزر میں خاک نہیں  
 بھلا اسی نہ سہی کچھ مجھ ہی کو رحم آتا  
 اتر مری نفس بی اثر میں خاک نہیں  
 خیال جلوۂ گل سی خراب ہیں می کش  
 شراب خانہ کی دیوار و در میں خاک نہیں

ہوا ہوں عشق کی غارت گری میں شرمندہ  
 سوای حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں  
 ہماری شعر ہیں اب صرف دل لگی کی اسد  
 کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں  
 \* \* \*

دل ہی تو ہی نہ سنگ و خشت درد سی بھر نہ آی کیوں؟  
 روئیں گی ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستای کیوں؟  
 دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستان نہیں  
 بیٹھی ہیں رہ گزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھای کیوں؟  
 جب وہ جمال دل فروز، صورت مہر نیم روز  
 آپ ہی ہو نظارہ سوز بردی میں منہ چھپای کیوں؟  
 دشنہ غمزہ جاب ستان، ناوک ناز بی پناہ  
 تیرا ہی عکس رخ سہی سامنی تیری آی کیوں؟  
 قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں  
 موت سی پہلی آدمی غم سی نجات پای کیوں؟

حسن اور اس پہ حسن نظر نہ گئی بوالہوس کی شرم  
 اپنی پہ اعتماد ہی غیر کو آزمای کیوں  
 واں وہ غرور عز و نازیباں یہ حجاب پاس وضع  
 راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بلای کیوں؟  
 ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بی وفاسہی  
 جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جای کیوں  
 مغالبت خستہ کی بغیر کون سی کام بند ہیں  
 روئی زار زار کیا کیجیسی ہای ہای کیوں؟



غنچہ ناشگفتہ کو دور سی مت دکھا کہ یوں  
 بوسی کو پوچھتا ہوں میں منہ سی بچھی بتا کہ یوں  
 پرش طرز دل بری کیجیسی کیا کہ بن کہی  
 اسکی ہر اک اشاری سی نکلی ہی یہ ادا کہ یوں  
 رات کی وقت می پیسی ساتھ رقیب کو ایسی  
 آئی وہ یاں خدا کری پر نہ کری خدا کہ یوں

غیر سی رات کیا بنی؟ یہ جو کہا تو دیکھی  
 ساہنی آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں  
 بزم میں اسکی روبہ رو کیوں نہ خموش بیٹھی  
 اسکی تو خامشی میں بھی بہی مدعا کہ یوں  
 میں فی کہا کہ بزم ناز چاہی غیر سی ہی  
 سن کی ستم ظریفی مجھ کو اٹھادیا کہ یوں  
 مجھسی کہا جو یار فی جاتی ہیں ہوش کس طرح  
 دیکھ کی میری بی خودی چلی لگی ہوا کہ یوں  
 کب مجھی کو یار میں رہنی کی وضع یاد نہی  
 آئینہ دار بن گئی حیرت نقش پاکہ یوں  
 گرتی دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال  
 موج محیط آب میں ماری ہی دست و پا کہ یوں  
 جو یہ کہی کہہ بختہ کیوں کہ ہور شک فارسی  
 گفتہ غالب ایک بار پڑھ کی اسی سنا کہ یوں

\*\*\*

## ردیف (و)

حسد سی دل اگر افسردہ ہی گرم نماشاہو  
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سی و اہو

بہ قدر حسرت دل چاہی ذوق معاصی بھی  
بہروں یک گوشہ دامن گر آب ہفت دریاہو

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوی  
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرساہو



کعبی میں جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہیں  
بھولاہوں حق صحبت اہل کشت کو؟

طاعت میں تار ہی نہ می و انگین کی لاگ  
دوزخ میں ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسم ثواب سی؟  
نیرھا لگا ہی قلم سرنوشت کو

غالب ڪچھ اپني سعي سي لهن ٺهين مجھي  
خرمن جلي اگر نه ملخ ڪھائي ڪشت ڪو



وارسته اس سي هين ڪه محبت هي ڪيون نه هو  
ڪي جي هماري ساڻه عداوت هي ڪيون نه هو  
چھوڙانه مجھ ميں ضعف في رنگ اختلاط ڪا  
هي دل ڀه بار نقش محبت هي ڪيون نه هو  
هي مجھ ڪو تجھ سي تذڪرة غير ڪا گلہ  
هر چند رسيل شڪايت هي ڪيون نه هو  
پيدا هوئي هي ڪهتي هين هر درد ڪي دوا  
يون هو تو چاره غم الفت هي ڪيون نه هو  
ڏالا نه بي ڪسي تي ڪسي سي معاملہ  
اپني سي ڪهين چٽاھون خجالت هي ڪيون نه هو  
هي آدمي بجائي خود اک محشر خيال  
هم انجمن سمجھتي هين خلوت هي ڪيون نه هو



هنگامہ زبونی ہمت ہی افعال  
 حاصل نہ کیجی دھری عبرت ہی کیون نہ ہو  
 وارستگی بہانہ بیگانگی نہیں  
 اپنی سی کر نہ غیری وحشت ہی کیون نہ ہو  
 مٹنا ہی فوت فرصت ہستی کا غم کوئی  
 عمر عزیز صرف عبادت ہی کیون نہ ہو  
 اس فتنہ خو کی دہری اب اٹھتی نہیں اس  
 اسمیں ہماری سر پہ قیامت ہی کیون نہ ہو

\*\*\*

قفس میں ہوں گرا چہا بھی نہ جانیں میری شیون کو  
 مرا ہونا برا کیا ہی نوا سنجان گلشن کو؟  
 نہیں گر ہمدی آسان نہ ہو یہ رشک کیا کم ہی؟  
 نہ دی ہوئی خدایا آرزوی دوست دشمن کو  
 نہ نکلا آنکھ سی تیری اک آنسو اس جراحت پر  
 کیاسنی میں چسپی خون چکاں مڑگان سوزن کو

خدا شرمای ہانہوں کو کہ رکھتی ہیں کشاکش میں  
 کبھی میری گریباں کو کبھی جاناں کی دامن کو  
 ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آسان سمجھتی ہیں  
 نہیں دیکھا شناور جوی خوں میں تیری توسن کو  
 ہوا چرچا جو میری پانوں کی زنجیر بنی کا  
 کیا بیتاب کال میں جنبش جوہر فی آہن کو  
 خوشی کیا؟ کھیت پر میری اگر سوار ابر آوی  
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھی ہی ابھی سی برق خرمن کو  
 وفاداری بہ شرط استواری اصل ایمان ہی  
 مری بت خانہ میں تو کعبی میں گارو برہمن کو  
 شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خوبجھ کو  
 جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو  
 نہ لٹادن کو تو کب رات کو یوں بی خبر سوتا ؟  
 رہا کھٹکانہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

سخن کیا کہہ نہیں سکتی کہ جو یاہوں جواہر کی  
 جگر کیا ہم نہیں رکھتی کہ کھودیں جا کی معدن کو  
 مری شاہ سلیمان جاہ سی نسبت نہیں غالب  
 فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو



دھوٹا ہوں جب میں پینی کو اس سیم تن کی پانو  
 رکھتا ہی ضد سی کھینچ کی باہر لگن کی پانو  
 دی سادگی سی جان پڑوں کوہ کن کی پانو  
 ہیہات! کیوں نہ ٹوٹ گئی پیرزن کی پانو  
 بھاگی تھی ہم بہت سوا سی کی سزا ہی یہہ  
 ہو کر اسیر دابق ہیں راہ زن کی پانو  
 مر ہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو دور دور  
 تن سی سوا فگار ہیں اس خستہ تن کی پانو  
 اللہ ری ذوق دشت نور دی کہ بعد مرگ  
 ہلتی ہیں خود بہ خود مری اندر کفن کی پانو

ہی جوش گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف  
 اڑتی ہوئی الجھتی ہیں مرغ چمن کی پانؤ  
 شب کو کسی کی خواب میں آیا نہ ہو کہیں  
 دکھتی ہیں آج اس بت نازک بدن کی پانؤ  
 غالب مری کلام میں کیوں کر مزا نہ ہو؟  
 بیتا ہوں دھوکے خسرو شیریں سخن کی پانؤ



واں اسکو ہول دل ہی تو یاں میں ہوں شرمسار  
 یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سی نہ ہو  
 اپنی کو دیکھتا نہیں ذوق ستم کو دیکھ  
 آئینہ تاکہ دیدہء نچیر سی نہ ہو



واں پہنچ کر جو غش آتا پیہم ہی ہم کو  
 صدرہ آہنگ زمین بوس قدم ہی ہم کو

دل کو میں اور مجھی دل محو وفا رکھتا ہی  
 کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہی ہم کو  
 ضعف سی نقش پی مور ہی طوق گردن  
 تیری کوچی سی کہاں طاقت رم ہی ہم کو  
 جان کر کیجی تغافل کہ کچھ امید بھی ہو  
 یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہی ہم کو  
 رشک ہم طرحی و درد اثر بانگ حزن  
 نالہ مرغ سحر تیغ دو دم ہی ہم کو  
 سر اڑانی کی جو وعدی کو مکرر چاھا  
 ہنس کی بولی کہ تری سر کی قسم ہی ہم کو  
 دل کی خوں کرنی کی کیا وجہ؟ ولیکن ناچار  
 پاس بی رونقی دیدہ اہم ہی ہم کو  
 تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتی ہو  
 ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی سم ہی ہم کو

## ❖ قطعہ ❖

لکھنؤ آئی کا باعث نہیں کھلتا یعنی  
 ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہی ہم کو  
 مقطع سلسلہ شوق نہیں ہی یہ بشہر  
 عزم سیر نجف و طوف حرم ہی ہم کو  
 لیبی جاتی ہی کہیں ایک توقع غالب  
 جادۂ رہ کشش کاف کرم ہی ہم کو  
 ❖ ❖ ❖

تم جانو تم کو غیر سی جو رسم و راہ ہو  
 مجھ کو بھی پوچھتی رہو تو کیا گناہ ہو  
 بچتی نہیں مواخذہ روز حشر سی  
 قاتل اگر رقیب ہی تو تم گواہ ہو  
 کیا وہ بھی بی گنہ کش و حق ناشناس ہیں؟  
 مانا کہ تم بشر نہیں، خورشید و ماہ ہو

اُبھرا ہوا نقاب میں ہی ان کی ایک نار  
 مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو  
 جب ہی کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید؟  
 مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

سنی ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست  
 لیکن خدا کری وہ ترا جلوہ گاہ ہو  
 غالب بھی گرنہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں  
 دنیا ہو یا رب! اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو، تو کیوں کر ہو  
 کہی سی کچھ نہ ہوا پھر کہو، تو کیوں کر ہو  
 ہماری ذہن میں اس فکر کا ہی نام وصال  
 کہ گرنہ ہو تو کہاں جائیں، ہو تو کیوں کر ہو  
 ادب ہی اور بھی کشمکش، تو کیا کیجی  
 حیا ہی اور بھی گو مگو، تو کیوں کر ہو

تمہیں کہو کہ گزارہ صنم پرستوں کا  
 بتوں کی ہوا اگر ایسی ہی خو، تو کیوں کر ہو  
 اُلجھتی ہو تم، اگر دیکھتی ہو آئینہ  
 جو تم سی شہر میں ہوں ایک دو تو کیوں کر ہو  
 جسی نصیب ہو روز سیاہ میرا سا  
 وہ شخص دن نہ کہی رات کو تو کیوں کر ہو  
 ہمیں پھر ان سی امید، اور انہیں ہماری قدر  
 ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیوں کر ہو  
 غلط نہ تھا ہمیں خط برگماں تسلی کا  
 نہ مافی دیدۂ دیدار جو، تو کیوں کر ہو  
 بتاؤ اُس مڑہ کو دیکھ کر ہو مجھ کو قرار  
 یہ نیش ہو رگ جاں میں فرو تو کیوں کر ہو  
 مجھی جنوں نہیں غالب ولی بہ قول حضور  
 ”فراق یار میں تسکین ہو تو کیوں کر ہو“





کئی ٹو دی کی دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو؟  
 نہ ہو جب دل ہی سینی میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟  
 وہ اپنی خونہ چھوڑیں گی، ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں  
 سبک سر بن کی کیا پوچھیں کہ ہم سی سرگراں کیوں ہو؟  
 کیا غم خوارنی رسوالگی آگ اس محبت کو  
 نہ لاوی تاب جو غم کی وہ میرا راز داں کیوں ہو؟  
 وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا پھیرا  
 تو پھر ای سنگ دل تیرا ہی سنگ آستان کیوں ہو؟  
 قفس میں مجھسی روداد چمن کہتی نہ ڈر ہمدم  
 گری ہی جس پہ کل بجلی، وہ میرا آشیان کیوں ہو؟  
 یہ کہہ سکتی ہو ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ بتلاؤ  
 کہ جب دل میں تمہیں تم ہو، تو آنکھوں سی نہاں کیوں ہو؟  
 غلط ہی جذب دل کاشکوہ، دیکھو جرم کس کا ہی؟  
 نہ تھینچو گرم اپنی کو کشاکش درمیاں کیوں ہو؟

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہی؟  
 ہوئی تم دوست جس کی دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو؟  
 یہی ہی آزا مانا، تو ستانا کس کو کہتی ہیں؟  
 عدو کی ہولیں جب تم، تو میرا امتحاں کیوں ہو؟  
 کہا تم فی، کہ کیوں ہو غیر کی ملنی میں رسوائی  
 بجا کہتی ہو، سچ کہتی ہو، پھر کہتو کہ ہاں کیوں ہو  
 نکالا چاہتا ہی کام کیا طعنوں سی تو غالب  
 تری بی مہر کہنی سی وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو



رہی اب ایسی جگہ چل کر، جہاں کوئی نہ ہو  
 ہم سخن کوئی نہ ہوا اور ہم زباں کوئی نہ ہو  
 بی در و دیوار سا اک گھر بنا یا چاہی  
 کوئی ہم سایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو  
 پڑی گر بیمار تو کوئی نہ ہو بیمار دار  
 اور اگر مرجائی تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

## ردیف ( ه )

از مهر تابه ذره ، دل و دل هی آئنه  
طوطی کوشش جهت سی مقابل هی آئنه

\*\*\*

هی سبز زار هر در و دیوار غمکده  
جس کی بهاریه هو پهر اس کی خزان نه پوچه  
ناچار بی کسی کی بهی حسرت ائنهائی  
دشواری ره و ستم همراه نه پوچه

\*\*\*

## ردیف ( ی )

صد جلوه روبه روی جو مژگان ائنهائی  
طاقت کہاں کہ دید کا احسان ائنهائی  
هی سنگ پر برات معاش جنون عشق  
یعنی هنوز مت طفلان ائنهائی

دیوار بار مٺت مزدور سی ہی خم  
 ای خانماں خراب نہ احساں اٹھائی  
 یا میری زخم رشک کو رسوا نہ کیجی  
 یا پردہ تبسم پنہاں اٹھائی

\*\*\*

مسجد کی زیر سایہ خرابات چاہئی  
 بھوب پاس آنکھ قبیلہ حاجات چاہئی  
 عاشق ہوئی ہیں آپ بھی اک اور شخص پر  
 آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہئی  
 دی داد ای فلک دل حسرت پرست کی  
 ہاں کچھ نہ کچھ تلافیٰ مافات چاہئی  
 سیکھی ہیں مہر خوں کی اپی ہم مصوری  
 تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئی  
 می سی غرض نشاط ہی کس روسیاء کو  
 اک گونہ بیخودی مجھی دن رات چاہئی

هی رنگ لاله و گل و نسریں جدا جدا  
هر رنگ میں بہار کا اثبات چاہی



### ﴿قطعه﴾

سر پایِ خم پہ چاہی ہنگام بی خودی  
رو سوی قبلہ وقت مناجات چاہی  
یعنی بہ حسب گردش پیمائے صفات

عارف ہمیشہ مست می ذات چاہی  
نشو و نما ہی اصل سی غالب فروع کو  
خاموشی ہی سی نکلی ہی جو بات چاہی



بساط عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی  
سو رہتا ہی بہ انداز چکیدن سرنگوں وہ بھی  
رہی اس شوخ سی آزرده ہم چندی تکلف سی  
تکلف برطرف، تھا ایک انداز جنوں وہ بھی

خیال مرگ کب تسکین دل آزرده کو بخشی  
 مری دامِ تمنا میں ہی اک صیدزبون وہ بھی  
 نہ کرتا کاش نالہ ، مجھ کو کیا معلوم تھا ؟ ہمدم !  
 کہ ہوگا باعثِ افزائش دردِ دروب وہ بھی  
 نہ اتنا برّش تیغِ جفا پر ناز فرماؤ  
 مری دریائی بی تابی میں ہی اک موجِ خوں وہ بھی  
 می عشرت کی خواہش ساقی گردون سی کیا کیجی  
 لی بیٹھا ہی اک دو چار جام واژگون وہ بھی  
 مری دل میں ہی غالب شوقِ وصل و شکوہ ہجران  
 خداوہ دن کری جو اس سی میں یہ بھی کہوں وہ بھی



ہی بزمِ بتاں میں سخن آزرده ، لبوں سی  
 تنگ آئی ہیں ہم ایسی خوشامد طلبوں سی  
 ہی دور قدحِ وجہ پریشانی صہبا  
 یک بار لگا دو ختم می میری لبوں سی

رندان در می کده گستاخ ہیں، زاهد!  
 زہار نہ ہونا طرف ان بی ادبوں سی  
 بیداد وفا دیکھ! کہ جاتی رہی آخر  
 ہر چند سری جان کو تھا ربط لبوں سی  
 \*\*\*

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہی جا  
 سن لیتی ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتی  
 غالب! ترا احوال سنا دینگی ہم انکو  
 وہ سن کی بلالیں یہ اجارا نہیں کرتی  
 \*\*\*

گھر میں تھا کیا؟ کہ ترا غم اسی غارت کرتا  
 وہ جو رکھتی تھی ہم اک حسرت تعمیر سوھی  
 \*\*\*

غم دنیا سی گر پائی بھی فرصت سرائی کی  
 فلک کا دیکھنا تقریب تیری یاد آتی کی

کھلی گا کس طرح مضمون مری مکتوب کا یارب !  
 قسم کھائی ہی اس کافر فی کاغذ کی جلائی کی  
 لیٹنا پر نیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہی  
 ولی مشکل ہی حکمت، دل میں سوز غم چھپائی کی  
 انہیں منظور اپنی زخمیوں کا دیکھ آنا تھا  
 انہی تھی سیر گیل کو، دیکھنا شوخی بہائی کی  
 ہماری سادگی تھی، التفات ناز پر مرنا  
 ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمہید جانی کی  
 لکد کو ب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی  
 مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کی ناز انہائی کی  
 کہوں کیا خوبی اوضاع انہائی زماں غالب  
 بدی کی اس فی جس سی ہم فی کی تھی بارہانیک



حاصل سی ہاتھ دھو بیٹھ ای آرزو خرامی  
 دل جوش گریہ میں ہی ڈوبی ہوئی اسامی



اس شمع کی طرح سی جس کو کوئی بجهادی  
میں بھی جلی ہوؤں میں ہوں داغ نامی

\*\*\*

کیاتنگ ہم ستمزدگان کا جھانک ہی!  
جس میں کہ ایک بیضہ، نور آسمان ہی  
ہی کائنات کو حرکت تیری ذوق سی  
پرتو سی آفتاب کی ذری میں جاب ہی  
حالاں کہ ہی یہ سیلیٰ خارا سی لالہ رنگ  
غافل کو میری شیشی پہ می کا گمان ہی  
کی اُس فی گرم سینہ اہل ہوس میں جا  
آوی نہ کیوں پسند؟ کہ ٹھنڈا مکان ہی  
کیا خوب تم فی غیر کو بوسہ نہیں دیا؟  
بس چپ رہو ہماری بھی منہ میں زبان ہی  
بیٹھا ہی جو کہ سایہ دیوار یار میں  
فرمان رواں کشور ہندوستان ہی

هستي ڪا اعتبار بهي غم في مثاديا  
کس سٺي ڪهون؟ ڪه داغ جگر ڪا نشان هي  
هي باري اعتماد وفا داري اس قدر  
غالب، هم اس ميں خوش هيں ڪه نامهربان هي

\*\*\*

درد سٺي ميري هي تجھ ڪو بي قرارِي هائي هائي  
ڪيا هوئي ظالم تري غفلت شعاري هائي هائي  
تيري دل ميں ڪر نه نها آشوب غم ڪا حوصله  
تو في پهر ڪيون ڪي تهي ميري غم ڪساري؟ هائي هائي  
ڪيون مري غم خوار ڪي ڪا تجھ ڪو آيا ته خيال؟  
دشمني اپني تهي ميري دوست داري هائي هائي  
عمر بهر ڪا تو في پيمان وفا باندھا تو ڪيا؟  
عمر ڪو بهي تو نهين هي پائي داري هائي هائي  
زهر لگتي هي ججهي آب و هواي زندگي  
يعني تجھ سي تهي اسي نا سازگاري هائي هائي

گل فشاني ھاى ناز جلوه ڪو ڪيا هو ڪيا ؟  
 خاڪ پر هوئي هي تيري لاله ڪاري ھاى ھاى  
 شرم رسوائى سى جا چهينا نقاب خاڪ ميں  
 ختم هي الفت ڪي تجھپر پرده ڌاري ھاى ھاى  
 خاڪ ميں ناموس پيمان محبت مل گئي  
 ائڻه گئي دنيا سى راه ورسم ياري ھاى ھاى  
 هاتھ هي تيغ آزما ڪا ڪام سى جاتا رها  
 دل ٻه اک لگي نه پايا زخم ڪاري ھاى ھاى  
 ڪس طرح کائي ڪوئي شب ھاى تار بر شڪال  
 هي نظر خو ڪرده اختر شماري ھاى ھاى  
 گوش مھجور پيام ، و چشم محروم جمال  
 ايڪ دل ، تس پريه نا اھيد واري ھاى ھاى  
 عشق ني پڪرانه تها ، غااااا ، ابھي وحشت ڪارنگ  
 ره ڪيا تھادل ميں جو ڪجهه ذوق خواري ھاى ھاى

سر گشتگی میں عالم ہستی سی پاس ہی  
 تسکین کو دی نوید کہ مرنی کی آس ہی  
 لینا نہیں مری دل آوارہ کئی خبر  
 اب تک وہ جانتا ہی کہ میری ہی پاس ہی  
 کیجی بیان سرور تپ غم کہاں تلک  
 ہر ہو مری بدن پہ زبان سپاس ہی  
 ہی وہ غرور حسن سی بی گانہ وفا  
 ہر چند اس کی پاس دل حق شناس ہی  
 پی جس قدر ملی شب مہتاب میں شراب  
 اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہی  
 ہر اک مکان کو ہی مکین سی شرف اصم  
 محنوں جو مر گیا ہی، تو جنگل اداس ہی



گر خامشی سی فائدہ اخفای حال ہی  
 خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہی  
 کس کو سناؤں حسرت اظہار کا گلہ  
 دل فرد جمع و خرچ زباں ہائی لالہ ہی  
 کس پردی میں ہی آئنے پرداز ای خدا!  
 رحمت کہ عذر خواہ لب بی سوال ہی  
 ہی ہی خدا نہ خواستہ وہ اور دشمنی!  
 ای شوق منفعل! یہ تجھی کیا خیال ہی؟  
 مشکیں لباس کعبہ علی کی قدم سی جان  
 ناف زمین ہی نہ کہ ناف غزال ہی  
 وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا  
 دریا زمین کو عرق انفعال ہی  
 ہستی کی مت فریب میں آجائیو اسد  
 عالم تمام حلقۂ دام خیال ہی  
 \* \* \*

تم اپنی شکویٰ کی باتیں نہ کھود کھود کی پوچھو  
 حذر کرو مری دلسی کہ اس میں آگ دہی ہی  
 دلا یہ درد و الم بھی تو مغنم ہی کہ آخر  
 نہ گریہ سحری ہی نہ آہ نیم شبی ہی  
 \* \* \*  
 ایک جا حرف و فالگھا تھا سو بھی مٹ گیا  
 ظاہر اکاغذ تری خط کا غلط بردار ہی  
 جی جلی ذوق فنا کی نا تمامی پر نہ کیوں؟  
 ہم نہیں جلتی نفس ہر چند آتش بار ہی  
 آگ سی پانی میں بجھتی وقت اٹھتی ہی صدا  
 ہر کوئی درماندگی میں نالی سی ناچار ہی  
 ہی وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ  
 جس کی جلوی سی زمین تا آسمان سرشار ہی  
 مجھسی مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی  
 زندگی سی بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہی

آنکھہ کی تصویر سر نامہ پہ کھینچی ہی کہتا  
بُجھپہ کھل جاوی کہ اس کو حسرت دیدار ہی  
\*\*\*

بینس میں گزرتی ہیں جو کوچی سی وہ میری  
کندھا بھی کھاروں کو بدلتی نہیں دیتی  
\*\*\*

مری ہستی فضاۓ حیرت آباد تمنا ہی  
جسی کہتی ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہی  
خزاں کیا فصل گل کہتی ہیں کس کو کوئی موسم ہو  
وہی ہم ہیں قفس ہی، اور ماتم بال و پر کا ہی  
وفائی دلبراں ہی اتفاقی، ورنہ ای ہمد!

اثر فریاد دلہائی جزیں کا کس فی دیکھا ہی؟  
نہ لائی شوخی اندیشہ، تاب رنجِ نومیدی  
کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدید تمنا ہی  
\*\*\*

رحم ڪر ظالم، ڪه ڪيا ٻود چراغ ڪسته هي  
 نبض بيمار وفا ڏود چراغ ڪسته هي  
 دل لڳي ڪي آرزو بيچين رکهي هي هي  
 ور نه يا ئي رونقي سود چراغ ڪسته هي  
 \* \* \* \* \*  
 چشم خواب خامشي مين بهي نو اير دازهي  
 سرمه تو ڪهوي ڪه ڏود شعله آوازي  
 بيمڪر عشاق، ساز طالع ناساز هي  
 ناله گويا گردش ستاره ڪي آوازي  
 دست گاه ڏيده خونبار مجنون ڏيکهن  
 يڪ بيابان جلوۂ گل، فرش پا اندازهي  
 \* \* \* \* \*  
 عشق مجهڪو نهين وحشت هي سهي  
 ميري وحشت تري شهرت هي سهي  
 قطع ڪيچي نه تعلق هم سي  
 ڪچه نهين هي تو عداوت هي سهي



ميري هوني مين هي ڪيا رسوائِي؟  
 اِي وه مجلس نهين خلوت هي سهي  
 هم بهي دشمن تو نهين هيڻ اپني  
 غير ڪو تجھسي محبت هي سهي  
 اپني هستي هي سي هو جو ڪجه هو  
 آگهي گر نهين غفلت هي سهي  
 عمر هر چند ڪه هي برق خرام  
 دل ڪي خوں ڪرني ڪي فرصت هي سهي  
 هم ڪوئي ترڪ وفا ڪرني هيڻ؟  
 نه سهي عشق، مصيبت هي سهي  
 ڪجه تو دي اِي فلڪ نا انصاف  
 آه و فرياد ڪي رخصت هي سهي  
 هم بهي تسليم ڪي خو ڏالينگي  
 د يازي تري عادت هي سهي

ۛ یارسی چھیڑ چلی جائي اسد

گر نہیں وصل تو حسرت هی سہی

\*\*\*

هی آرمیدگی میں نکوہش بجا جھی

صبح وطن هی خندہ دندان نما جھی

ڈھونڈھی هی اس مغنی آتش نفس کوچی

جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا جھی

مستانہ طی کروں ہوں رہ وادی خیال

تا بازگشت سی نہ رہی مدعا جھی

کرتا ہی بس کہ باغ میں تو بی حجابیاں

آنی لگی ہی نکہت گل سی حیا جھی

کھلتا کسی پہ کیوں مری دل کا معاملہ

شعروں کی انتخاب فی رسوا کیا جھی

\*\*\*

زندگی اپنی جب اس شکل سی گزری غالب  
 ہم بھی کیا یاد کریں گی کہ خدار کھتی تھی  
 \* \* \*

اس بزم میں مجھی نہیں بنتی حیا کی  
 بیٹھا رہا اگرچہ اشاری ہوا کی  
 دل ہی تو ہی سیاست دریاں سی ڈر گیا  
 میں اور جاؤں درسی تری بن صدا کی  
 رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رهنمی  
 مدت ہوئی ہی دعوت آب و ہوا کی  
 بی صرفہ ہی گزرتی ہی ہو گرچہ عمر خضر  
 حضرت بھی کل کہیں گی کہ ہم کیا کیا کی؟  
 مقدور ہو تو خاک سی پوچھوں کہ ای لئیم  
 تونی و دگنچ ہائی گراں مایہ کیا کی؟  
 کس روز تہمتیں نہ تر آ شاکیی عدو؟  
 کس دن ہماری سر پہ نہ آری چلا کی

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو  
 دینی لگا ہی ہو سہ بغیر التجا کی  
 ضد کی ہی اور بات، مگر خو بری بہیں  
 بھولی سی اس فی سینکڑوں وعدی وفا کی  
 "غالب، تمہیں کہو کہ ملی گا جواب کیا؟  
 مانا کہ تم کہا کی اور وہ سنا کی  
 \* \* \*

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہی  
 اس سال کی حساب کو برق آفتاب ہی  
 مینائی می ہی سرو نشاط بہار سی  
 بال تدر و جلوۂ موج شراب ہی  
 زخمی ہوا ہی پاشنہ پائی ثبات جکا  
 فی بھاگنی کی گوں، نہ اقامت کی تاب ہی  
 جاداد بادہ نوشی زنداں ہی شش جہت  
 غافل گمان کری ہی کہ گیتی خراب ہی

نظارہ کیا حریف ہو اس برق حسن کا  
 جوش بہار جلوٰی کو جس کی نقاب ہی  
 میں نامراد دل کی تسلیٰ کو کیا کروں  
 مانا کہ تیری رخ سی نگہ کامیاب ہی  
 گذرا اسد مسرت پیغام یار سی  
 قاصد پہ مجھ کو رشک سوال و جواب ہی



دیکھنا قسمت کہ آپ اپنی پہر شک آجای ہی  
 میں اسی دیکھوں بھلا کب مجھ سی دیکھا جای ہی  
 ہاتھ دھو دل سی بہی گرمی گرا ندیشی میں ہی  
 آ بگینہ تندئ صہبا سی پگھلا جای ہی  
 غیر کو یارب! وہ کیوں کر منع گستاخی کری  
 گر حیا بھی اسکو آتی ہی تو شر ما جاتی ہی  
 شوق کو بہت کہ ہر دم نالہ کھینچی جائی  
 دل کی وہ حالت کہ دم لینی سی گہرا جای ہی

دور چشم بد تري بزم طرب سی واه وا  
 نغمه هوجاتاھی وان گرناله میراجائی ھی  
 گرچه ھی طرز تغافل پرده دار راز عشق  
 پرهم ایسی کھوئی جاتی ھیں کہ وہ پا جائی ھی  
 اس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجور یاں  
 مثل نقش مدعائی غیر بیٹھا جائی ھی  
 ہو کی عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا  
 رنگ کھلتا جائی ھی جتنا کہ اڑتا جائی ھی  
 نقش کو اس کی مصوّر پر بھی کیا کیا ناز ھیں!  
 کھینچتا ھی جس قدر اتنا ھی کھینچتا جائی ھی  
 سایہ میرا مجھسی مثل دود بھاگی ھی اسد  
 پاس مجھ آتش بہ جاں کی کس سی ٹھہرا جائی ھی  
 ✱ ✱ ✱  
 گرم فریاد رکھا شکل نہالی فی مجھی  
 تب اماں ہجر میں دی بردلیالی فی مجھی

نسيه و نقد دو عالم کي حقيقت معلوم  
 لی لیا مجھسی مري همت عالي نی مجھسی  
 کثرت آرائی وحدت ہی پرستاری و هم  
 کردیا کافر ان اصنام خیالی نی مجھسی  
 هوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا  
 عجب آرام دیا بی پرو بالی نی مجھسی  
 کارگاه هستي میں لاله داغ سامان ہی  
 برق خرمین راحت خون گرم دھقان ہی  
 غنچه تاشگفتن ها برگ عافیت معلوم  
 باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہی  
 هم سی رنج بی تابی کس طرح اٹھایا جای  
 داغ پشت دست عجز شعله خس بہ دندان ہی

\*\*\*

آگ رہا ہی درو دیوار سی سبزہ غالب  
ہم بیابان میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہی

\*\*\*

سادگی پر اس کی مر جانی کی حسرت دل میں ہی  
بس نہیں چلنا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہی  
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس فی کہا  
میں فی یہ جانا کہ گویا یہ بھی میری دل میں ہی  
گرچہ ہی کس کس برائی سی ولی با ایں ہمہ  
ذکر میرا مجھسی بہتر ہی کہ اس محفل میں ہی  
بس ہجوم نا امیدي خاک میں ملجائیگی  
یہ جو اک لذت ہماری سعی فی حاصل میں ہی  
رج رہ کیوں کھینچی؟ واما ندگی کو عشق ہی  
اتھ نہیں سکنا ہمارا جو قدم منزل میں ہی  
جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی  
فتنہ شور قیامت کس کی آب و گل میں ہی



هي دل شوریده غالب طلسم پیچ و تاب  
رحم کر اپنی نمنا پر کہ کس مشکل میں ہی  
\*\*\*

دل سی تری نگاہ جگر تک اتر گئی  
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی  
شق ہو گیا ہی سینہ خوشا لذت فراغ  
تکلیف پرده داری زخم جگر گئی  
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاب کہاں؟  
انہٹی بس اب کہ لذت خواب سحر گئی  
اڑتی پھری ہی خاک مری کوئی یار میں  
باری اب ای ہوا ہوس بال و برگ گئی  
دیکھو تو دل فریبی انداز نقش یا  
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی!  
ہر بوالہوس فی حسن پرستی شعار کی  
اب آبروی شیوہ اہل نظر گئی

نظاری نی بھی کام کیا واپ نقاب کا  
 مستی سی ہر نگہ تری رخ پر نکھر گئی  
 فردا و دی کا تفرقہ یک بار منگیا  
 کل تم گئی کہ ہم یہ قیامت گذر گئی  
 مارا زمانہ فی اسد اللہ خاں ہمیں  
 وہ ولولہ کہاں، وہ جوانی کدھر گئی  
 \*\*\*

تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوق نظر ملی  
 حورانِ خلد میں تری صورت مگر ملی  
 اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعد قتل  
 میری پی سی خلق کو کیوں تیرا گھر ملی  
 ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم  
 ہر شب پیاہی کرتی ہیں می جس قدر ملی  
 تجھسی تو کچھ کلام نہیں لیکن ای ندیم  
 میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملی

تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں فی کیا کیا  
 فرصت کشاکش غم پنهان سی گر ملی  
 لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں  
 مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملی  
 ای ساکنان کوچہ دلدار دیکھنا  
 تم کو کہیں جو غالب آشفہ سرملی

\*\*\*

کھوئی دہ گر زندگانی اور ہی  
 اپنی جی میں ہم فی ٹھانی اور ہی  
 آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں؟  
 سوز غمہائے نہانی اور ہی  
 بارہا دیکھی ہیں اب کی رنجشیں  
 پر کچھ اب کئی سرگرمی اور ہی  
 دی کی خط منہ دیکھنا ہی نامہ پر  
 کچھ تو پیغام زبانی اور ہی

قاطع اعمار ہیں اکثر نجوم  
 وہ بلائی آسمانی اور ہی  
 ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام  
 ایک مرگ ناگہانی اور ہی

کوئی امید پر نہیں آتی  
 کوئی صورت نظر نہیں آتی  
 موت کا ایک دن معین ہی  
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
 آگئی آتی تھی حال دل پہ ہنسی  
 اب کسی بات پر نہیں آتی  
 جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد  
 پر طبیعت ادھر نہیں آتی  
 ہی کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں  
 ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

کیوں نہ چیخوں کہ بادِ سکرئی ہیں  
 میری آواز گر نہیں آتی  
 داغِ دل گر نظر نہیں آتا  
 تو بھی ای چارہ گر نہیں آتی  
 ہم وہاں ہیں جہاں سی ہم کو بھی  
 کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
 مرنی ہیں آرزو میں مرنی کی  
 موت آتی ہی پر نہیں آتی  
 کبھی کس منہ سے جاؤ گی غالب  
 شرم تم کو مگر نہیں آتی

\*\*\*

بدلِ نادانِ تجھی ہوا کیا ہی؟  
 آخر اس درد کی دوا کیا ہی؟  
 ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار  
 یا الہی یہ ماجرا کیا ہی؟

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں  
 کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟  
 جب کہ تجھ پہ ہیں کوئی موجود  
 پھر یہ ہنگامہ ای خدا کیا ہے؟  
 یہ پری چہرہ لوگ کیسی ہیں؟  
 غمزہ و عشوہ وادا کیا ہے؟  
 شکن زلف عنبرین کیوں ہے؟  
 نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟  
 سبزہ و گل کہاں سی آئی ہیں؟  
 ابر کیا چیر ہے؟ ہوا کیا ہے؟  
 ہم کو اب سی وفا کی ہی امید  
 جو نہیں جانتی وفا کیا ہے؟  
 ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا  
 اور درویش کی صدا کیا ہے؟

جانب تم پر نشان کرتا ہوں  
 میں نہیں جانتا دعا کیا ہی ؟  
 میں فی مانا کہ کچھ نہیں غالب  
 دفت ہاتھ آئی تو برا کیا ہی

کہتی تو ہوں تم سب کہ بت غالبہ مو آئی  
 اک مرتبہ گھبرا کی کہو کوئی کہ و آئی  
 ہوں کشمکش نزع میں ہاں جذب محبت  
 کچھ کہہ نہ سکوں بروہ مری پوچھنی کو آئی  
 ہی ساعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم  
 آنا ہی سمجھ میں مری آنا نہیں، گو آئی  
 ظاہر ہی کہ گھبرا کی نہ بھاگیں گی تکرین  
 ہاں منہ سی مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئی  
 جلا دسی ڈرتی ہیں نہ واعظ سی جگھڑتی  
 ہم سمجھی ہوئی ہیں اسی جس بھیس میں جو آئی

هان اهل طلب کون سنی طعنہ نا یافت  
 دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنی ہی کو کھو آئی  
 اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سی بینہیں  
 اس در پہ نہیں نار تو کئی ہی کھو آئی  
 کی ہم نفسوں فی اثر گریہ میں تقریر  
 اچھی رہی آپ اس سی مگر مجھ کو ڈبو آئی  
 اس انجمن ناز کی کیا بات ہی غالب  
 ہم بھی گئی واں اور تری تقدیر کور و آئی

پھر کچھ اک دل کو بی قرار ہی  
 سینہ جو بائی زخم کاری ہی  
 پھر جگر کھودنی لگا ناخن  
 آمد فصل لالہ کاری ہی  
 قبلہ مقصد نگاہ نیاز  
 پھر وہی پردہ عمار ہی



قطعه

چشم دلال جنس رسوائی  
دل خریدار ذوق خواری هی  
وهی صدرنگ ناله فرستائی  
وهی صدگونه اشک باری هی  
دل هوای خرام ناز سی پهر  
محشرستاب بی قراری هی  
جلوه پهر عرض ناز کرتا هی  
روز بازار جان سپاری هی  
پهر اسی بی وفا په مرئی هی  
پهر وهی زندگی هماری هی

﴿قطعه﴾

پهر کھلا هی در عدالت ناز  
گرم بازار فوج داري هی  
هورها هی جهان میں اندھیر  
زلف کی پھر سرشته داري هی  
پهر دیا پارہ جگر فی سؤال  
ایک فریاد و آہ و زاري هی  
پهر هوئی ہیں گواہ عشق طلب  
اشک باري کا حکم جاري هی  
دل و مڑگاہ کا جو مقدمہ تھا  
آج پھر اس کی رو بکاري هی  
بی خودی بی سبب نہیں غالب  
کچھ تو ہی جس کی پردہ داري هی



جنون تهمت کس تسکين نه هوگرشادمانی کي  
تمک پاش خراش دل هی لذت زندگانی کي  
کشاڪس های هستی سی کری کیاسعی آزادي  
هوئي زنجیر موج آب کو فرصت روانی کي  
پسر از مردن بهی دیوانه زیارت گاه طفلان هی  
شرار سنگ فی تربت په میری گل فشانی کي

نکوهش هی سزا فریادی بیداد دلبر کي  
مبادا خنده دندان نما هو صبح محشر کي  
رگ لیلی کو خاک دشت مجنون ریشگی بختی  
اگر بودی بجای دانه دهقان نوک نشتر کي  
پر پروانه شاید بادبان کشتی می تھا  
هوئي مجلس کي گرمی سی روانی دور ساغر کي  
کروں بی داد ذوق بر فشانی عرض کیا قدرت :-  
که طاقت از گشتی ازنی سی پہلی میری شہر کي

کہاں تک روؤں اسکی خیمہ کی بیچھی قیامت ہی  
میری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

\*\*\*

بی اعتدالیوں سی سبک سب میں ہم ہوئے  
جتنی زیادہ ہو گئی اتنی ہی کم ہوئے  
پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کی  
اڑنی نہ پای تھی کہ گرفتار ہم ہوئے

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہی  
یاں تک مٹی کہ آپ ہی اپنی قسم ہوئے

سختی کشان عشق کی پوچھی ہی کیا خبر؟  
وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

تیری وفا سی کیا ہو تلافی کہ دھر میں  
تیری سوا بھی ہم پہ بہت سی ستم ہوئے

لکھتی رہی جنوں کی حکایات خوں چکاں  
ہر چند اس میں ہاتھ ہماری قلم ہوئے

اللہ ری تیری تنہیٰ خو جس کی بیم سی  
 اجزائِ نالہ دل میں مری رزق ہم ہوئی  
 اہل ہوس کی فتح ہی ترکِ نبرد عشق  
 جو پانوں اٹھ گئی وہی ان کی علم ہوئی  
 نالی عدم میں چند ہماری سپرد تھی  
 جو وہاں نہ کھنچ سکی سو وہ یاں آ کی دم ہوئی  
 چھوڑی اسد نہ ہم فی گدائی میں دل لگی  
 سائل ہوئی تو عاشق اہلِ کرم ہوئی



جو نہ نقد داغ دل کی کری شعلہ پاسبانی  
 تو فسر دگی نہاں ہی بہ کمین بی زبانی  
 مجھی اس سی کیا توقع؟ بہ زمانہ جوانی  
 کبھی کود کی میں جس فی نہ سنی مری کہانی

یونہیں دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا  
کہ مری غدو کو یارب ملی میری زندگانی  
❦ ❦ ❦

ظلمت کدی میں میری شب غم کا جوش ہی  
اک شمع ہی دلیل سحر سو خموش ہی  
فی مژدہ وصال نہ نظارہ جمال

مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہی  
می فی کیا ہی حسن خود آرا کو بی حجاب  
ای شوق، یاں اجازت تسلیم ہوش ہی

گوہر کو عقد گردن خواباں میں دیکھنا  
کیا اوج پرستارہ گوہر فروش ہی  
دیدار بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست  
بزم خیال می کچھ بی خروش ہی



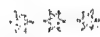
قطعه

ای تازه واردان بساط هوای دل  
زهار! اگر تمپین هوس نای و نوش هی  
دیکهو بجهنی، جو دیده عبرت نگاه هو  
میری سنو جو گوش لصیحت نیوش هی  
ساقی به جلوه دشمن ایمان و آگهی  
مطرب به نغمه رهن تمکین و هوش هی  
یاشب کو دیکهتی تهی که هر گوشه بساط  
دامان باغبان و کف گل فروش هی  
لطف خرام ساقی و ذوق صدای چنگ  
به جنت نگاه، وه فردوس گوش هی  
یا صبح دم جو دیکهشی آ کر تو بزم می  
نی و سرور و شور نه جوش و خروش هی

داغ فراق صحبت شب کي جلي هوئي  
 اک شمع رڙه کڻي هي سوو بهي خموش هي  
 آئي هي غيب سي به مضامين خيال مين  
 غالب صرير خامه نوای سروش هي  
 نه هوئي گرمی مرنی سی تسلي نه سهي  
 امتحان اور بهي باقي هوتو بهي نه سهي  
 خار خار الم حسرت دیدار تو هي  
 شوق گل چين گلستان تسلي نه سهي  
 مي پرستان خم مي منه سي لگای هي بي  
 ايک دن گزنه هوا بزم مين ساقي نه سهي  
 نفس قيس که هي چشم و چراغ صحرا  
 گر نهين شمع سبه خانه ليلى نه سهي  
 ايک هنگامي به موقوف هي گهر کي روتق  
 نوحه غم هي سهي نغمه شادي نه سهي



نہ ستایش کی تمنا نہ صلی کی پروا  
 گر نہیں ہیں مری اشعار میں معنی نہ سہی  
 عشرت صحبت خواباں ہی غنیمت سمجھو  
 نہ ہوئی غالب اگر عمر طبعی نہ سہی



عجب نشاط سی جلا دکی چلی ہیں ہم آگے  
 کہ اپنی سائی سی سر پانوں سی ہی دو قدم آگے  
 قضا فی تھا مجھی چاہا خراب بادۂ الفت  
 فقط "خراب" لکھا بس نہ چل سکنا قلم آگے  
 غم زمانہ فی جھاڑی نشاط عشق کی ہستی  
 و گر نہ ہم بھی اٹھائی تھی لذت الم آگے  
 خدا کی واسطی داد اس جنون شوق کی دینا  
 کہ اس کی در پہ پہنچتی ہیں نامہ برسی ہم آگے  
 یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے  
 تمہاری آئیو، ای طرہ ہائی خم بہ خم آگے

دل و جگر میں ہر افشاں جو ایک موجہٴ خوں ہی  
 ہم اپنی زعم میں سمجھی ہوئی تھی اس کو دم آگ  
 قسم جنازی پہ آنی کی میری کھاتی ہیں غالباً  
 ہمیشہ کھاتی تھی جو میری جان کی قسم آگ



شکوی کی نام سی بی مہر خفا ہوتا ہی  
 یہ بھی مت کہہ کہ جو کہی تو گلا ہوتا ہی  
 پر ہوں میں شکوی سی یوں راگ سی جیسی باجا  
 اک ذرا چھیڑی پھر دیکھی کیا ہوتا ہی  
 گو سمجھتا نہیں ہر حسن تلافی دیکھو  
 شکوہ جو سی سر گرم جفا ہوتا ہی  
 عشق کی راہ میں ہی چرخ مکو کب کی وہ چال  
 سست رو جیسی کوئی آبلہ پا ہوتا ہی  
 کیوں نہ ٹھہریں ہدف ناوک بیداد کہ ہم  
 آپ اٹھا لاتی ہیں گر تیر خطا ہوتا ہی

خوب تھا پہلی سی ہوتی جو ہم اپنی بدخواہ  
 کہ بہلا چاہتی ہیں اور برا ہوتا ہی  
 نالہ جاتا تھا پری عرش سی میرا اور اب  
 لب تک آتا ہی جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

### ﴿ قطعہ ﴾

خامہ میرا کہ وہ ہی بار بد بزم سخن  
 شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہی  
 ای شہنشاہ کو اکب سپہ و مہر علم  
 تیری اکرام کا حق کس سی ادا ہوتا ہی  
 سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجی  
 تو وہ لشکر کا تری نعل بہا ہوتا ہی  
 ہر مہینہ میں جو یہ بدرسی ہوتا ہی ہلال  
 آستان پر تری مہ نامیہ سا ہوتا ہی

میں جو گستاخ ہوں آئین غزل خوانی میں  
 یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فرا ہوتا ہی  
 رکھیو غالب مجھی اس تلخ نوائی میں معاف  
 آج کچھ درد مری دل میں سوا ہوتا ہی



ہر ایک بات پہ کہتی ہو تم کہ تو کیا ہی  
 تمہیں کھو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہی  
 نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا  
 کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہی  
 یہ رشک ہی کہ وہ ہوتا ہی ہم سخن تم سی  
 و گر نہ خوف بد آموزیؔ عدو کیا ہی  
 چپک رہا ہی بدن پر لہو سی پیراھن  
 ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہی  
 جلاہی جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا  
 کر دتی ہو جواب را کہ جستجو کیا ہی

رگوں میں دوڑتی پھرتی کی ہم نہیں قائل  
 جب آنکھ ہی سی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہی؟  
 وہ چیز جس کی لی ہم کو ہو بہشت عزیز  
 سوای بادۂ گل قام مشک بو کیا ہی؟  
 پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار  
 یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہی؟  
 رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی؟  
 تو کس امید پہ کہتی کہ آرزو کیا ہی؟  
 ہوا ہی شہ کا مصاحب پھری ہی آراتا  
 و گر نہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہی

میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں  
 چل نکلتی جو می پیی ہو تی  
 قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو  
 کاشکی تم مری لی ہو تی

ميري قسمت ميں غم گر اتنا تھا  
دل بھي يا رب ڪٿي ڏي هوني  
آهي جانا وه راه برغالب  
کوئي دن اور بهي جي هوني

\*\*\*

آ، که مري جان کو قرار نہیں ہی  
طاقت بی داد انتظار نہیں ہی  
دینی میں جنت، حیات دھر کی بدلی  
نشہ بہ اندازہ خمار نہیں ہی  
گریہ نکالی ہی تری بزم سی مجھ کو  
ہاں! کہ رونی پہ اختیار نہیں ہی  
ہم سی عبت ہی گمان رنجش خاطر  
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہی  
دل سی اُنھا لطف جلوہ های معانی  
غیر گل آئینہ بہار نہیں ہی

قتل کامیری عہد تو کیا ہی باری  
 وای؟ اگر عہد استوار نہیں ہی  
 تو فی قسم می کشی کی کھائی ہی  
 تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہی  
 ہجوم غم سی یان تک سرنگو فی مجھ کو حاصل ہی  
 کہ تار دامن و تار نظر میں فرق مشکل ہی  
 رفوی زخم سی مطلب ہی لذت زخم سوزن کی  
 سمجھ یومت کہ پاس در دسی دیوانہ غافل ہی  
 وہ گل جس گلستان میں جلوہ فرمائی کری  
 چٹکنا غنچہ دل کا صدای خندہ دل ہی  
 یابہ دامن ہورہا ہوں بس کہ میں صحرا نورد  
 خار پا ہی جوہر آئینہ زانو مجھی

دیکھنا حالت مری دل کی ہم آغوشی کی وقت  
 ہی نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھی  
 ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ  
 ہی بھی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑی تو مجھی



جس بزم میں توناز سی گفتار میں آوی  
 جاں کالبد صورت دیوار میں آوی  
 سائی کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر  
 تو اس قد دل کش سی جو گلزار میں آوی  
 تب ناز گراں مائیگی اشک بجا ہی  
 جب لخت جگر دیدہ خون بار میں آوی  
 دی مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر!  
 کچھ بچھکو مزہ بھی مری آزار میں آوی  
 اس چشم فسوں گر کا اگر پای اشارہ  
 طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوی



کائون کی زباں سوکھ گئی پیاس سی یارب  
 اک آبلہ یا وادی پر خار میں آوی  
 مرجاؤں نہ کیوں رشک سی؟ جب وہ تن نازک  
 آغوش خم حلقہ زنار میں آوی  
 غارت گر ناموس نہ ہو گر ہوس زر  
 کیوں شاہد گل باغ سی بازار میں آوی  
 تب چاک گریبان کامزہ ہی دل نالان  
 جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار میں آوی  
 آتش کدہ ہی سینہ مرا راز نہاں سی  
 ای وائی! اگر معرض اظہار میں آوی  
 گنجینہ معنی کا طلسم اس کو سمجھی  
 جولوفظ کہ مال مری اشعار میں آوی  
 حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہی  
 اس سی میرامہ خورشید جمال اچھا ہی

بوسہ دیتی نہیں اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ  
 جی میں کہتی ہیں کہ مفت آئی تو مال اچھا ہی  
 اور بازار سی لی آئی اگر ٹوٹ گیا  
 ساغر جم سی مرا جام سفال اچھا ہی  
 بی طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہی  
 وہ گدا جس کو نہ ہو خوی سوال اچھا ہی  
 ان کی دیکھی سی جو آجانی ہی منہ پر رونق  
 وہ سمجھتی ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہی  
 دیکھی پاتی ہیں عشاق بتوں سی کیا فیض؟  
 اک برہمن فی کھا ہی کہ یہ سال اچھا ہی  
 ہم سخن تیشی فی فرہاد کو شہر سی کیا  
 جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہی  
 قطرہ دریا میں جو مل جائی تو دریا ہو جائی  
 کام اچھا ہی وہ جس کا کہ مال اچھا ہی

سر سلطان کور کھی خالق اکبر سرسبز  
 شاہ کی باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہی  
 ہم کو معلوم ہی جنت کی حقیقت لیکن  
 دل کی خوش رکھنی کوئی یہ خیال اچھا ہی

غیر لیں محفل میں بوسی جام کی  
 ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کی  
 خستگی کا تم سی کیا شکوہ؟ کہ یہ  
 ہتھکنڈی ہیں چرخ نیلی فام کی  
 خط لکھیں گی گرچہ مطلب کچھ نہ ہو  
 ہم تو عاشق ہیں تمہاری نام کی  
 رات پی زمزم پہ می اور صبح دم  
 دھوی دھبی جامہٴ احرام کی  
 دل کو آنکھوں فی پھنسا یا، کیا مگر  
 یہ بھی حلقی ہیں تمہاری دام کی؟

شاہ کی ہی غسلِ صحت کی خبر  
 دیکھی کب دن پھرین حمام کی  
 عشق فی غالب نکمّا کر دیا  
 ورنہ ہم بھی آدمی تھی کام کی  
 پھر اس انداز سی بہار آئی کہ ہوی مہرومہ تماشائی



دیکھوای ساکناتِ خطّہ خاک  
 اس کو کہتی ہیں عالم آرائی  
 کہ زمین ہو گئی ہی سر تا سر  
 روکشِ سطحِ چرخِ مینائی  
 سبزی کو جب کہیں جگہ نہ ملی  
 بن گیا روی آب پر کائی

سبزہ و گل کی دیکھنی کی لی  
 چشم زگر کُودِی ہی بینائی  
 ہی ہوا میں شراب کی تاثیر  
 بادہ نوشی ہی باد پہنائی  
 کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب  
 شاہ دیں دار فی شفا پائی

تغافل دوست ہوں میرا دماغ عجز عالی ہی  
 اگر ہلوتھی کیجی توجا میری بھی خالی ہی  
 رہا آباد عالم اہل حمت کی نہ ہونی سی  
 بھری ہیں جس قدر جام و سبوی خانہ خالی ہی

کب وہ سنتا ہی کپانی میری  
 اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلش غمزہ خوب ریز نہ پوچھ  
 دیکھ خوب نابہ فشانی میری  
 کیا بیاں کر کی مراروئیں گی یار؟  
 مگر آشفته بیانی میری  
 ہوں زخود رفتہ بیدائ خیال  
 بھول جانا ہی نشانی میری  
 متقابل ہی مقابل میرا  
 رک گیا دیکھہ روانی میری  
 قدر سنگ سر رہ رکھتا ہوں  
 سخت ارزاق ہی گرانی میری  
 گرد باد رہ بی تا پی ہوں  
 صرصر شوق ہی با پی میری  
 دھن اس کا جو نہ معلوم ہوا  
 کھل گئی ہیچ مدانی میری

— کرد یا ضعف فی عاجز غالب

تنگ پیری ہی جوانی میری



نقش نازبت طناز بہ آغوش رقیب

پائی طاؤس پی خامہ مانی مانگی

تو وہ بد خو کہ تحیر کو تماشا جانی

غم وہ افسانہ کہ آشفته بیانی مانگی

وہ تب عشق تمنا ہی کہ پھر صورت شمع

شعلہ نا نبض جگر ریشہ دوانی مانگی



گلشن کو تری صحبت از بس کہ خوش آئی ہی

ہر غنچہ کا گل ہو نا آغوش کشائی ہی

واں کنگر استغنا ہر دم ہی بلندی پر

یاں نالی کو اور الٹا دعوائی رسائی ہی

از بس کہ سکھاتا ہی غم ضبط کی اندازی  
جوداغ نظر آیا اک چشم نمائی ہی



جس زخم کی ہوسکتی ہو تدبیر رفو کی  
لکھدیجیو یارب! اسی قسمت میں عدو کی

اچھا ہی سر انگشت حنائی کا تصور  
دل میں نظر آئی تو ہی اک بوند لہو کی

کیوں ڈرتی ہو عشاق کی بی حوصلگی سی  
یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

دشمنی کی کبھی مند نہ لگایا ہو جگر کو  
خنجر کی کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

صد حیف! وہ ناکام کہ آئی عمر سی سالہ  
حسرت میں رہی ایک بت عریذہ جو کی





سیاب پشت گرمی آئینہ دی ہی، ہم  
حیراں کی ہوئی ہیں دل بی قرار کی  
آغوش گل کشودہ برای وداع ہی  
ای عندلیب! چل کہ چلی دن بہار کی

ہی وصل ہجر، عالم تمکین و ضبط میں  
معمشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہی  
اس لب سی دل ہی جائیگا بوسہ کبھی توہاں  
شوق فضول و جرأت رندانہ چاہی

چاہی اچھوں کو جتنا چاہی  
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہی  
صحبت رنداں سی واجب ہی حذر  
جای می اپنی کو کھینچا چاہی

چاهي ڪو تيري ڪيا سمجها تهاڊل؟  
 باري اب اس سي بهي سمجها چاهي  
 چاڪ مت ڪر جيب تي ايام گل  
 ڪچھ ادھر ڪا بهي اشارا چاهي  
 دوستي ڪا پرده هي بيگانگي  
 منھ ڇھپا نا ھم سي جھوڙا چاهي  
 دشمني تي ميري ڪھويا غير ڪو  
 ڪس قدر دشمن هي ڏيکھا چاهي  
 اپني رسوائِي ميں ڪيا چلتي هي سعي  
 يار هي هنگامه آرا چاهي  
 منحصر مر تي پھ هو جس کي اميد  
 نا اميدي اس کي ڏيکھا چاهي  
 غافل ان مه طلعتوب کي واسطي  
 چاھي ھي والا بهي اچھا چاهي

چاهتي هيں خوب رويون کول  
آپ کي صورت تو ديکھا چاهي

هر قديم دورئي منزل هي نمايان مجھسي  
ميري رفتارسي بهاگي هي بيابان مجھسي  
درس عنبران تماشا به تغافل خوش تر  
هي نگه رشتہ شيرازہ مژگان مجھسي  
وحشت آتش دل سي شب تنہائي مين  
صورت دود رھاسايہ گريزان مجھسي  
غم عشاق نہ هو سادگي آموز بتاب  
کس قدر خانہ آئينہ هي ويران مجھسي  
اثر آبلہ سي جادہ سحرائي جنوب  
صورت رشتہ گوهر هي چراغان مجھسي  
بي خودي بستر تمہيد فراغت هو جو  
بر هي سائي کي طرح ميرابستان مجھسي

شوق دیدار میں گر تو مجھی گردن ماری  
 ہو نگہ مثل گل شمع پریشان مجھسی  
 بی کسی های شب ہجر کی حسرت ہی ہی  
 سایہ خورشید قیامت میں ہی پنہاں مجھسی  
 گردش ساغر صد جلوۂ رنگیں تجھسی  
 آئینہ داری یک دیدۂ حیران مجھسی  
 نگہ گرم سی اک آگ ٹپکنی ہی  
 ہی چراغاں خس و خاشاک گلستان مجھسی

نکتہ چین ہی غم دل اس کو سنائی نہ بنی  
 کیا بنی بات جہاں بات بنائی نہ بنی  
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر ای جذبۂ دل  
 اس پہ بن جائی کچھ ایسی کہ بن آئی نہ بنی  
 کھیل سمجھا ہی کہیں چھوڑ نہ دی بھول نہ جائی  
 کاش یوں بھی ہو کہ بن میری ستائی نہ بنی

غیر پھرتا ہی لی یوں تری خط کو کہ اگر  
 کوئی پوچھی کہ یہ کیا ہی تو چھپائی نہ بنی  
 اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلی ہیں تو کیا  
 ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائی نہ بنی  
 کہہ سکی کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہی  
 پردہ چھوڑا ہی وہ اس کی کہ اٹھائی نہ بنی  
 موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئی نہ رہی  
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ تو بلائی نہ بنی  
 بوجھ وہ سرسی گرا ہی کہ اٹھائی نہ اٹھی  
 کام وہ آتے پڑا ہی کہ بنائی نہ بنی  
 عشق پر زور نہیں ہی یہ وہ آتشِ حجاب  
 کہ لگائی نہ لگی اور بجھائی نہ بنی

چاک کي خواهش آگر وحشت به غرياني کري  
 صبح کي مانند زخم دل گريباني کري  
 جلوئ کا تيري وه عالم هي که گريجي خيال  
 ديده دل کو زيارت گاه حيراني کري  
 هي شکستن سي بهي دل نوميد يارب کب تلک  
 آب گينه کوه پر عرض گراں جاني کري  
 مي کده گر چشم مست ناز سي پاي شکست  
 موي شيشه ديده ساغر کي مژگاني کري  
 خط عارض سي لکها هي زلف کوالفت في عهد  
 يک قلم منظور هي جو کچه برشاني کري  
 \* \* \*  
 وه آکي خواب ميں تسکين اضطراب تودي  
 ولي مجھي تپش دل محال خواب تودي  
 کري هي قتل لگاوت ميں تيرا رو دينا  
 تري طرح کوئي تنگ نگهه کو آب نو دي

دکھا کی جنبش لب ہی تمام کر ہم کو  
 نہ دی جو بوسہ تو منہ سی کہیں جواب تو دی  
 پیلا دی اوک سی ساقی جو ہم سی نفرت ہی  
 پیالہ گر نہیں دیتا نہ دی شراب تو دی  
 خوشی سی مری ہاتھ پانوں پھول گئی  
 کہا جو اس فی ذرا میری پانوں داب تو دی

تپش سی میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہی  
 مرا سر رنج بالین ہی مرا تن بار بستر ہی  
 سر شک سر بہ صحرا دادہ نور العین دامن ہی  
 دل بی دست و پا افتادہ پر خوردار بستر ہی  
 خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئی ہو  
 فروغ شمع بالین طالع بیدار بستر ہی  
 بہ طوفان گاہ جوش اضطرار اب شام تنہائی  
 شعاع آفتاب صبح محشر تار بستر ہی

ابھي آئي هي بوبالش سي اس کي زلف مشکين کي  
 هماري ديد کو خواب زليخا عار بستر هي  
 - کهون کيادل کي کيا حالت هي هجر يار مين  
 که بي تائي سي هر اک تار بستر خار بستر هي  
 خطر هي رشتہ الفت رگ گردن نه هو جائ  
 غرور دوستي آفت هي تو دشمن نه هو جائ  
 سمجھ اس فصل مين کوتاهي نشو و نما  
 اگر گل سرو کي قامت په پيراهن نه هو جائ  
 فرياد کي ڪوئي لي نهين هي  
 ناله پابند ني نهين هي  
 کيون بوني هي باغبان تو ني ؟  
 گر باغ گدائي مي نهين هي



هرچند هر ایک شی میں تو ہی  
پر نبھسی تو کوئی شی نہیں ہی

ہاں کھائیو مت فریب ہستی  
هرچند کہیں کہ ہی، نہیں ہی

شادی سی گزر کہ غم نہ ہو وی  
اُردی جو نہ ہو تو دی نہیں ہی

کیوں ردّ قدح کری ہی زاہد؟  
میں ہی یہ مگس کی قی نہیں ہی

ہستی ہی نہ کچھ عدم ہی نہ الہ  
آخر تو کیا ہی؟ ای "نہیں ہی"

\*\*\*

نہ پوچھ نسخہ مرہم جراحت دل کا  
کہ اس میں ریزہ الماس جزو اعظم ہی

بہت دنوں میں تغافل فی تیری پیدا کی

وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سی کم ہی  
\* \* \*

ہم رشک کو اپنی بھی گوارا نہیں کرتی

مرتی ہیں ولی ان کی تمنا نہیں کرتی

درپردہ انہیں غیر سی ہی ربط نہانی

ظاہر کا یہ پردہ ہی کہ پردا نہیں کرتی

یہ باعث نومیدی ارباب ہوس ہی

غالب کو برا کہتی ہوا چہا نہیں کرتی  
\* \* \*

ری ہی بادہ تری لب سی کسب رنگ فروغ

خط پیالہ سرا سر نگاہ گلچیں ہی

کبھی تو اس دل شوریدہ کی بھی داد ملی

کہ ایک عمر سی حسرت پرست بالیں ہی

به جا هی گر نه سنی نالهای بلبل زار  
که گوش گل نم شبنم سی پنبه آگین هی  
هی نزع میں، چل بی وفا! برای خدا  
مقام ترک حجاب و وداع تمکین هی

کیوں نه هو چشم بتاں محو تغافل، کیوں نه هو؟  
یعنی اس بیمار کو نظاری سی پرهیز هی  
مرتی مرنی دیکھنی کی آرزو رہ جائی گی  
وای ناکامی که اس کافر کا خنجر تیز هی  
— عارض گل دیکھ روی یار یاد آیا  
جوشش فصل بهاری اشتیاق انگیز هی

دینا هی دل اگر اس کو بشر هی کیا کہی  
هوا رقیب تو هو نامه بر هی کیا کہی

یہ ضد کہ آج نہ آوی اور آئی بن نہ رہی  
 قضا سی شکوہ ہمیں کس قدر ہی کیا کہی  
 رہی ہی یوں کہ وہی کہ کوی دوست کو اب  
 اگر نہ کہی کہ دشمن کا گھر ہی کیا کہی؟  
 زہی کرشمہ کہ یوں دی رکھا ہی ہم کو فریب  
 کہ بن کہی ہی انہیں سب خبر ہی کیا کہی؟  
 سمجھ کہ کرنی ہیں بازار میں وہ پرسش حال  
 کہ یہ کہی کہ سر رہ گذر ہی کیا کہی؟  
 تمہیں نہیں ہی سر رشتہ وفا کا خیال  
 ہماری ہاتھ میں کچھ ہی 'مگر ہی کیا' کہی  
 انہیں سوال پہ زعم جنوں ہی کیوں لڑی؟  
 ہمیں جواب سی قطع نظر ہی کیا کہی؟  
 حسد سزائی کمال سخن ہی کیا کیجی  
 ستم بہائی متاع ہنر ہی کیا کہی

کہا ہی کس فی کہ غائب برائیں لیکن  
سوای اسکی کہ آشفته سر ہی کیا کہی



دیکھ کر در پردہ گرم دامن افشانی مجھی  
کر گئی وابستہ تن میری عریانی مجھی  
بن گیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فساد  
مرحبا میں، کیا مبارک ہی گراں جانی مجھی  
کیوں نہ ہو بی انتہائی؟ اس کی خاطر جمع ہی  
جاتا ہی محو پرشش های پندہانی مجھی  
میری غم خانی کی قسمت جبر رقم ہونی لگتی  
لکھ دیا من جلہ اسباب ویرانی مجھی  
بدگماں ہوتا ہی وہ کافر نہ ہوتا کاشکی  
اس قدر ذوق نوائی مرغ بستانی مجھی  
وای وای بھی شور محشر، نہ دم لینی دیا  
لی گیا تھا گور میں ذوق تن آسانی مجھی

وعدہ آتی کا وفا کیجی، یہ کیا انداز ہی  
تمنی کیوں سوئی ہی میری گھر کی درباری مجھی  
ہاں نشاط آمد فصل بہاری، واہ! واہ!  
بہر ہوا ہی تازہ سودائی غزل خوانی مجھی  
دی مری بہائی کو حق فی از سر نو زندگی  
میرزا یوسف ہی غالب یوسف ثانی مجھی



یاد ہی شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھی  
سبحہ زاهد ہوا ہی خندہ زیر لب مجھی  
ہی کشاد خاطر وابستہ در رہن سخن  
تھا طلسم قفل ابجد خانہ مکتب مجھی  
یارب! اس آشفگی کی داد کس سی چاہی؟  
رشک آسائش پہ ہی زندانیوں کی اب مجھی  
طبع ہی مشتاق لذت های حسرت کیا کروں؟  
آرزو سی ہی شکست آرزو مطلب مجھی

دل لگا کر آپ بھی الپ بجهي سي هو گئي  
عشق سي آتي تهی مانع ميرزا صاحب مجھی

حضور شاه میں اہل سخن کی آزمائش ہی  
چمن میں خوش نوا ایدان چمن کی آزمائش ہی  
قدو گیسو میں قیس و کوہ کن کی آزمائش ہی  
جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہی  
کریں گی کود کن کی حوصلی کا امتحان آخر  
ہنوز اس خستہ کی پیروی نہ کی آزمائش ہی  
نسیم مصر کو کیا پیر کنعان کی ہوا خواہی؟  
اسی یوسف کی بوی پیرھن کی آزمائش ہی  
وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہ پتھر کہ غافل تھی  
شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمائش ہی  
رہی دل ہی میں تیرا چھا، جگر کی پار ہو بہتر  
غرض شست بت ناوک فگن کی آزمائش ہی

نہی کچھ سبچہ ورنار کی پھندی میں گرائی  
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہی  
 پڑا رہ ای دل وابستہ بی تابی سی کیا حاصل؟  
 مگر پھر تاب زلف پر شکن کی آزمائش ہی  
 رگ و پی میں جب اتری زہرِ غم تب دیکھئی کیا ہو؟  
 ابھی تو تلخی کام و دھن کی آزمائش ہی  
 وہ آئیں گی سری گھر؟ وعدہ کیسا؟ دیکھنا  
 نئی فتنوں میں اب چرخ کہن کی آزمائش ہی

کبھی نیکی بھی اسکی جی میں گر آجائی ہی مجھسی  
 جفائیں کر کی اپنی یاد شرما جائی ہی مجھسی  
 - خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر الٰہی ہی  
 کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جائی ہی مجھسی  
 وہ بدخو، اور میری داستان عشق طولانی  
 عبارت مختصر قاصد بھی گہرا جائی ہی مجھسی



ادھر وہ بدگمانی ہی ادھر یہ ناتوانی ہی  
 نہ پوچھا جائی ہی اس سی نہ بولا جائی ہی مجھسی  
 سنبھلنی دی مجھی ای ناامیدی! کیا قیامت ہی  
 کہ دامان خیال یار چھوٹا جائی ہی مجھسی  
 تکلف برطرف نظارگی میں بھی سہی لیکن  
 وہ دیکھا جائی کب یہ ظلم دیکھا جائی ہی مجھسی  
 ہوئی ہیں پانوں ہی پہلی نبرد عشق میں زخمی  
 نہ بھاگا جائی ہی مجھسی نہ ٹھہرا جائی ہی مجھسی  
 قیامت ہی کہ ہووی مدعی کا ہم سفر نہالہ  
 وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائی ہی مجھسی



ز بس کہ مشق تماشا جنوں علامت ہی  
 کشاد و بست مرہ سیلی ندامت ہی  
 نہ جانوں کیوں کہ مٹی داغ طعن بدعہدی  
 نبھی کہ آئنے بھی ورطہ ملامت ہی

به پیچ و تاب هوس سلک عافیت مت توڑ  
نگاہ عجز سر رشتہ سلامت ہی  
وفا مقابل و دعوای عشق بی بنیاد  
جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہی



لاغر اتناہوں کہ گرتوزم میں جادی مجھی  
میرا ذمہ دیکھ کر گر کوئی بتلا دی مجھی  
کیا تعجب ہی کہ اسکو دیکھ کر آجائی رحم؟  
واں تلک کوئی کسی حیل سی پہنچادی مجھی  
منہ نہ دکھلاوی نہ دکھلا پر بہ انداز عتاب  
کھول کر پردہ ذرا آنکھیں ہی دکھلا دی مجھی  
یاں تلک میری گرفتاری سی وہ خوش ہی کہ میں  
زلف گر بن جاؤں توشانی میں الجھادی مجھی

باز بچہ اطفال ہی دنیا مری آگی  
 ہوتا ہی شب و روز تماشا مری آگی  
 اک کھیل ہی اور نگ سلیمان مری نزدیک  
 اک بات ہی اعجاز مسیحا مری آگی  
 جز نام نہیں صورت عالم مجھی منظور  
 جز وہم نہیں ہستی اشیا مری آگی  
 ہوتا ہی یہاں گرد میں صحرا مری ہوتی  
 گھستا ہی جبین خاک پہ دریا مری آگی  
 مت پوچھ کہ کیا حال ہی میرا تری پیچھی  
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہی تیرا مری آگی  
 سچ کہتی ہو خود بین و خود آراہوں، نہ کیوں ہوں؟  
 بیٹھا ہی بت آئینہ سیا مری آگی  
 بھر دیکھی انداز گل افشانی گفتار  
 رکھدی کوئی پیمانہ و صہبا مری آگی

نفرت کا گماں گزری ہی میں رشک سی گزرا  
 کیوں کر کہوں لو نام نہ ان کا مری آگي  
 ایماں مجھی روکی ہی تو کھینچی ہی مجھی کفر  
 کعبہ مری پیچھی ہی کلیسا مری آگي  
 عاشق ہوں پہ معشوق فری ہی مرا کام  
 مجنوں کو برا کہتی ہی لیلا مری آگي  
 خوش ہوتی ہیں پروصل میں یوں مرنہیں جاتی  
 آئی شب ہجراں کی تمنا مری آگي  
 ہی موجزن اک قلزم خون کاش بہی ہو  
 آنا ہی ابھی دیکھی کیا کیا مری آگي  
 گواہات کو جنبش نہیں آنکھوں میں تودم ہی  
 رہتی دو ابھی ساغر و مینا مری آگي  
 ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہی میرا  
 غائب کو برا کیوں کہو اچھا مری آگي

ڪهون جو حال تو ڪٿي هو مدعا ڪهڻي  
 تمهين ڪهو ڪه جو تم يون ڪهو تو ڪيا ڪهڻي؟  
 نه ڪهيو طعن سي پهر ٿم ڪه هم ستمگر هيڻ  
 مڃهي تو خواهي ڪه جو ڪجهه ڪهو بجا ڪهڻي  
 وه نيشتر سهي پر دل ميڻ جب اتر جائي  
 نگاه ناز ڪو پهر ڪيون نه آشنا ڪهڻي؟  
 نهين ذريعه راحت جراحت پيڪاب  
 وه زخم تيغ هي جس ڪو ڪه دل ڪشا ڪهڻي  
 جو مدعي بني اس ڪي نه مدعي بني  
 جو ناسرا ڪهڻي اس ڪونه ناسرا ڪهڻي  
 ڪهڻي حقيقت جاڻ ڪاهي مرض لڪهڻي  
 ڪهڻي مصيبت نا سازي دوا ڪهڻي  
 ڪهڻي شڪايت رنج گراڻ نشين ڪي جي  
 ڪهڻي حڪايت صبر گريزا ڪهڻي

رہی نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجی  
 کئی زبان تو خنجر کو مرجبا کہی  
 نہیں نگار کو الفت نہ ہونگار تو ہی  
 روائی روش و مستی ادا کہی  
 بہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہی  
 طراوت چمن و خوی ہوا کہی  
 سفینہ جب کہ کناری پہ آگیا غالب  
 خدا سی کیا شمع و جور نا خدا کہی؟

رونی سی اور عشق میں بیباک ہو گئی  
 دھوئی گئی ہم اتنی کہ بس پاک ہو گئی  
 صرف بہائی می ہوی آلات می کشی  
 تھی یہ ہی دو حساب سبویں پاک ہو گئی  
 رسوائی دھر گو ہوئی آواز گی سی تم  
 باری طبیعتوں کی تو چالاک ہو گئی

کہتا ہی کون نالہ بلبل کو بی اثر  
 پردی میں گل کی لاکھ جگر چاک ہو گئی  
 پوچھی ہی کیا وجود و عدم اہل شوق کا؟  
 آپ اپنی آگ کی خس و خاشاک ہو گئی  
 کرنی گئی تھی اس سی تغافل کا ہم گلہ  
 کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئی  
 اس رنگ سی اٹھائی کل اس فی اس کی نعلین  
 دشمن بھی جس کو دیکھی غمناک ہو گئی  
 لٹہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب  
 شیشہ می سرو سبز جوئی بار نغمہ ہی  
 ہم نشین مت کہہ کہ برہم کرنہ بزم عیش دوست  
 واں تو میزی نالی کو بھی اعتبار نغمہ ہی

عرض ناز شوخی دندان برای خنده هی  
 دعوی جمعیت احباب جای خنده هی  
 هی عدم میں غنچه محو عبرت انجام گل  
 یک جہاں زانو تامل در قفای خنده هی  
 کلفت افسردگی کو عیش بی تابی حرام  
 وز نہ دندان در ذل افسردن بنای خنده هی  
 سوزش باطن کی ہیں احباب منکر ورنہ باں  
 دل محیط گریہ و لب آشنای خنده هی  
 ☆ ☆ ☆  
 حسن بی پروا خریدار متاع جلوہ ہی  
 آئینہ زانوئی فکر اختراع جلوہ ہی  
 تا کجا، ای آگهی! رنگ تماشا باختن؟  
 چشم و اگر دیدہ آغوش وداع جلوہ ہی

☆ ☆ ☆



چب تک دھان زخم نہ پیدا کری کوئی  
 مشکل کہ تجھسی راہ سخن واکری کوئی  
 عالم غبار وحشت مجنوں ہی سربہ سر  
 کب تک خیال طرہ لیلا کری کوئی  
 افسردگی نہیں طرب انشائی التفات  
 ہاں درد بن کی دل میں مگر جا کری کوئی  
 رونی سی، ای ندیم! ملامت نہ کر مجھی  
 آخر کبھی تو عقدہ دل واکری کوئی  
 چاک جگر سی جب رہ پرسش نہ وا ہوئی  
 کیا فائدہ؟ کہ جیب کو رسوا کری کوئی  
 لخت جگر سی ہی رگ ہر خار شاخ گل  
 نا چند باغبانی صحرا کری کوئی  
 نا کامی نگاہ ہی برق نظارہ سوز  
 تو وہ نہیں کہ تجھکو تماشا کری کوئی

هر سنگ و خشت هي صدف گوهر شکست  
 نقصان نهين جنون سي جو سودا کري کوئي  
 سر بر هوئي نه وعده صبر آزما سي عمر  
 فرصت کہاں که تيري تمنا کري کوئي؟  
 هي وحشت طبيعت ايجاد پاس خيز  
 په درد وه مهين که نه پيدا کري کوئي  
 بيکاري جنون کو هي سر پيښي کا شغل  
 جب هاته ټوټ جائين تو پهر کيا کري کوئي  
 حسن و فروغ شمع سخن دور هي ايسه  
 بهلي دل گداخته پيدا کري کوئي

ابن مریم هنوا کري کوئي  
 ميري دکټه کي دوا کري کوئي  
 شرع و آئين پر مدار سهي  
 ايسي قاتل کا کيا کري کوئي

چال جیسی کڑی کھات کا تیر  
 دل میں اسی کی جاگری کوئی  
 بات پرواں زبان کنتی ہی  
 وہ کہیں اور سنا کری کوئی  
 بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ  
 کچھ نہ سمجھی خدا کری کوئی  
 نہ ستو گر برا کہی کوئی  
 نہ کہو گر برا کری کوئی  
 روک لو گر غلط چلی کوئی  
 بخش دو گر خطا کری کوئی  
 کون ہی جو نہیں ہی حاجت مند  
 کسکی حاجت روا کری کوئی  
 کیا کیا خضر نی سکندر سی؟  
 اب کسی رہنما کری کوئی

جب توقع ہی اٹھتی غالب  
کیوں کسی کا گلا کری کوئی

بہت سہی غم گیتی ، شراب کم کیا ہی؟  
غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہی  
تمہاری طرز روش جانتی ہیں ہم کیا ہی؟  
رفیق پر ہی اگر لطف تو ستم کیا ہی

سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی  
یقین ہی ہمکو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہی

باغ پا کر خفقاتی یہ ڈرانا ہی مجھی  
سایہ شاخ گل افعی نظر آتا ہی مجھی  
جوہر تیغ بہ سر چشمہ دیگر معلوم  
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہر آب آگاتا ہی مجھی

مدعا محو تماشائی شکست دل ہی  
 آئنه خانی میں کوئی لی جانا ہی مجھی  
 نالہ سرمایہ یک عالم و عالم کف خاک  
 آسماں بضہ قری نظر آتا ہی مجھی  
 رنگی میں تو وہ محفل سی اٹھا دیتی تھی  
 دیکھوں اب مر گئی پرکون اٹھاتا ہی مجھی

رو بدي ہوئی ہی کوکہ شہر بارکی  
 اترائی کون بہ خاک سر رہ گزار کی  
 جب اس کی دیکھی کی لسی آئیں بادشاہ  
 لوگوں میں کون نمودہ ہوا لہرار کی؟  
 بھوکی نہیں ہیں سرگستان کی ہم ولی  
 کون کرہ کھائی کہ ہوا ہی بہار کی؟

هزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلی  
 بہت نکلی مری ارمان لیکن پھر بھی کم نکلی  
 ڈری کیوں میرا قاتل؟ کیا رہی گا اس کی گردن پر؟  
 وہ خون جو چشم ترسی عمر بھریوں دمبدم نکلی  
 نکلتا خلد سی آدم کا سنتی آئی ہیں لیکن  
 بہت بی آبرو ہو کر تری کوچی سی ہم نکلی  
 بھرم کھل جائی ظالم تیری قامت کی درازی کا  
 اگر اس طرہ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلی  
 مگر لکھوائی کوئی اس کو خط تو ہم سی لکھوائی  
 ہوئی صبح اور گھر سی کان پر رکھ کر قلم نکلی  
 ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سی بادہ آشامی  
 پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جام جم نکلی  
 ہوئی جن سی توقع خستگی کی داد پانی کی  
 وہ ہم سی بھی زیادہ خستہ تیغ ستم نکلی

محبت میں نہیں ہی فرق جینی اور مرنے کا  
 اسی کو دیکھ کر جیتی ہیں جس کا فریہ دم نکلی  
 ذرا کر زور سہنی پر کہ تیر پرستم نکلی  
 جو وہ نکلی تو دل نکلی جو دل نکلی تو دم نکلی  
 خدا کی واسطی پردہ نہ کعبہ سی اٹھا ظالم  
 کہیں ایسا نہ ہو یاں بہی وہی کافر صنم نکلی  
 کہاں می خانہ کا دروازہ آں اور کہاں واعظ  
 پر اتنا جانتی ہیں کل وہ جانتا تھا کہ ہم نکلی  
 کوہ کی ہوں بار خاطر گر صدا ہو جائی؟  
 بی تکلف ای شرار جستہ! کیا ہو جائی  
 بلضہ آسا ننگ بال و برہی یہ کنج قفس  
 از سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائی

مستي به ذوق غفلت ساقي هلاڪ هي  
 موج شراب يڪ مٿڙ خواب ناڪ هي  
 جز زخم تيغ ناز مهين دل ميں آرزو  
 جيب خيال بهي ٿري ها تهو سڀ چاڪ هي  
 جوش جنون سڀ ڪجه نظر آتا نهين غالب  
 صحرا هماري آنڪھ ميں يڪ مشت خاڪ هي

لب عيسى كي جنبش ڪري هي گهواره جنباني  
 قيامت ڪشته لعل بتان ڪا خواب سنگين هي

آمد سيلاب طوفان صداي آب هي  
 نقش پاڇوڪان ميں رکھتا هي انگلي جاده سڀ  
 بزم مي وحشت ڪده هي ڪس كي چشم مست ڪا؟

شيشي ميں نبض پري پنھان هي موج باده سڀ



هون ميں بهي تماشائي نيزنگ تما

مطلب نہيں کچھ اس سي کہ مطلب هي برآوي

سياهي جيسي گر جاي دم تحرير کاغذ پر

مري قسمت ميں يون تصوير هي شب هاي هجران کي

هجوم ناله حيرت عاجز عرض يک افغان هي

خوشي ريشه صديستان سي خس به دندان هي

تکلف برطرف هي جان ستان ر، لطف بدخويان

نگاه بي حجاب ناز، تبغ تيز عريان هي

هوئي به کثرت غم سي تلف کيفيت شادي

که صبح عيد مجھ کو بدتر از چاک گريان هي

دل و ديس نقد لاساقي سي گر سودا کيا چاهي

که اس بازار ميں ساغر متاع دست گردان هي

غم آغوش بلا میں پرورش دیتا ہی عاشق کو  
چراغ روشن اپنا قلزم صرصر کا مرجاں ہی

\*\*\*

خوشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہی  
نگاہ دل سی تری سرمہ سا نکلتی ہی

فشار تنگی خلوت سی بنی ہی شبم  
صبا جو غنچہ کی پردی میں جا نکلتی ہی

نہ پوچھ سینہ عاشق سی آب تیغ نگاہ  
کہ زخم روزن در سی ہوا نکلتی ہی

\*\*\*

جس جا نسیم شانہ کش زلف یار ہی  
نافہ دماغ آہوی دشت تار ہی

کس کا سراغ جلوہ ہی حیرت کو؟ ای خدا!  
آئینہ فرش شش جہت انتظار ہی

هي ذره ذره تنگي جا سي غبار شوق  
 گر دام به هي وسعت صحرا شڪار هي  
 دل مدعي و ديده بنا مدعا عليه  
 نظاري كا مقدمه پهر رويڪار هي  
 چهرڪي هي شبنم آئنه برگ گل پر آب  
 اي عندليب! وقت وداع بهار هي  
 پنج آڙي هي وعده دل دار كي مجھي  
 وه آئي يا نه آئي په يان انتظار هي  
 بي پرده سوئي وادي مجنوں گزر نه ڪر  
 هر ذري كي نقاب مين دل بي قرار هي  
 اي عندليب يڪ كف خس بهر آشايا  
 طوفان آمد آمد فصل بهار هي  
 دل مت گنوا خبر نه سهي سیر هي سهي  
 اي بي دماغ، آئنه تمثال دار هي

غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط

ای مرگ ناگہاں تجھی کیا انتظار ہی



آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسی

ایسا کہیں سی لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسی

حسرت فی لا رکھا تری بزم خیال میں

گلدستہ نگاہ، سویدا کہیں جسی

یہونکا ہی کس فی گوش محبت میں ای خدا!

افسون انتظار، تمنا کہیں جسی

سر پر هجوم درد غریبی سی ڈالی

وہ ایک مشت خاک کہ صحرا کہیں جسی

ہی چشم تر میں حسرت دیدار سی نہاں

شوق غناں گسیختہ، دریا کہیں جسی

درکار ہی شگفتن گلہاں عیش کو

صبح بہار، پنبہ مینا کہیں جسی

ناله سڀ برا نه مان جو واعظ برا ڪهي  
ايسا بهي ڪوئي هي ڪه سب اچها ڪهي جسي



شبنم به گل لاله نه خالي ز ادا هي  
داغ دل بي درد نظرگاه چيا هي  
دل خوں شده ڪشمڪش حسرت ديدار  
آئينه به دست بت بدمست حنا هي  
شعلی سی نه هوتي هوس شعله في جوي  
جي ڪس قدر افسردگي دل په جلا هي  
تڻال ميں ٽيري هي وه شوخي ڪه بصد شوق  
آئينه به انداز گل آغوش ڪشا هي  
فري ڪف خاکستر و بلبل قفس رنگ  
اي ناله نشان جگر سوخته ڪيا هي  
خوني تري افسرده ڪيا وحشت دل ڪو  
معشوقي و بي حوصلگي طرفه بلا هي

مجبوري و دعوائِ گرفتاري الفت  
 دست ته سنگ آمده پيمان وفا هي  
 معلوم هوا حال شهيدان گزشته  
 تنيع ستم آئينه تصوير نما هي  
 اي پرتو خورشيد جهان تاب ادھر بهي  
 سائِ کي طرح هم په عجب وقت پڙا هي  
 ناکرده گناهون کي بهي حسرت کي ملي داد  
 يارب، اگر ان کرده گناهون کي سزا هي  
 بي گانگي خلق سي بي دل نه هو غالب  
 کوئي نهين تيرا تو مري جان خدا هي



منظور تهي يه شکل تجلّی کو نور کي  
 قسمت کھلي تري قد و رخ سي ظهور کي  
 اک خوں چکاں کفن ميں کرو رو بنّاو هيں  
 پڙتي هي آنکھ تيري شهيدون په حور کي

واعظ! نه تم پيو نه ڪسي ڪو پلاسڪو  
 ڪيا بات هي تمهاري شراب طهور ڪي!  
 لڙتاهي مجھي حشر ۾ قاتل ڪه ڪيون انھا  
 گويا ابھي سني نهين آواز صور ڪي  
 آمد بهار ڪي هي جو بلبل هي نغمه سنج  
 اڙتي سي اک خبر هي زباني طيور ڪي  
 گوواں نهين په واں ڪي نکالي هوئي توهين  
 ڪعي سي ان بتون ڪو بهي نسبت هي دور ڪي  
 ڪيا فرض هي ڪه سب ڪو ملي ايڪ سا جواب  
 آؤ نه هم بهي سير ڪريں ڪوه طور ڪي  
 گرمي سهي ڪلام ۾ ليکن نه اس قدر  
 ڪي جس سي بات اس تي شڪايت ضرور ڪي  
 خال ۾ اگر سفر ۾ مجھي ساڻه لي چلين  
 حج ڪا ثواب نذر ڪرون ڪا حضور ڪي



غم کھانی میں بودا دل ناکام بہت ہی  
 یہ رنج کہ کم ہی می گلفام بہت ہی  
 کہتی ہوئی ساقی سی حیا آتی ہی ورنہ  
 ہی یوں کہ مجھی درد نہ جام بہت ہی  
 فی تیر کماں میں ہی نہ صیاد کمین میں  
 گوشتی میں قفس کی مجھی آرام بہت ہی  
 کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی  
 پاداش عمل کی طمع خام بہت ہی  
 ہیں اہل خرد کس روش خاص پہ نازاں  
 پابستگی رسم و رزہ عام بہت ہی  
 زمزم ہی پہ چھوڑو مجھی کیا طوف حرم سی؟  
 آلودہ بہ می جامۂ احرام بہت ہی  
 ہی قہر کہ اب بھی نہ بنی بات، کہ ان کو  
 انکار نہیں اور مجھی ابرام بہت ہی



خوں ہوئی جگر آنکھ سی ٹپکانہیں ای مرگ  
رہنی دی مجھی یاں کہ ابھی کام بہت ہی  
ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانی  
شاعر تو وہ اچھا ہی پہ بدنام بہت ہی

مَدّت ہوئی ہی یار کو مہمان کیی ہوئی  
جوش قدح سی بزم چراغاں کیی ہوئی  
کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو  
عرصہ ہوا ہی دعوت مڑگاں کیی ہوئی  
پھر وضع احتیاط سی رکھی لگا ہی دم  
برسوں ہوئی ہیں چاک گریباں کیی ہوئی

پھر گرم نالہای شرد بار ہی نفس  
مَدّت ہوئی ہی سیر چراغاں کیی ہوئی  
پھر برسش جراحت دل کو چلا ہی عشق  
سامان صد ہزار نمکدان کیی ہوئی

پھر پھر رها ہوں خامۂ مژگان بہ خون دل  
 ساز چمن طرازی دامن کی ہوئی  
 باہم دگر ہوئی ہیں دل و دیدہ پھر رقیب  
 نظارہ و خیال کا سامان کی ہوئی  
 دل پھر طواف کوئی ملامت کو جائی ہی  
 پسندار کا صنم کدہ ویران کی ہوئی  
 پھر شوق کر رہا ہی خریدار کی طلب  
 عرض متاع عقل و دل و جان کی ہوئی  
 دوڑی ہی پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال  
 صد گلستان نگاہ کا سامان کی ہوئی  
 پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا  
 جاب نذر دل فریبی عنوان کی ہوئی  
 مانگی ہی پھر کسی کو لب بام پر ہوس  
 زلف سیاہ رخ پہ پریشان کی ہوئی

چاهي هي پهر ڪني ڪو مقابل ميں آرزو  
 سري سي تيز دشنه مڙگان ڪئي هوي  
 اک نوبهار ناز ڪو ناڪي هي پهر نگاه  
 چهره فروغ مي سي گلستان ڪئي هوي  
 پهر جي ميں هي ڪه دريه ڪي ڪي پڙي رهي  
 سر زير بار منت دربان ڪئي هوي  
 جي ڏهونڊهتا هي پهروهي فرصت ڪه رات دن  
 بيٺهي رهي تصور جاناں ڪئي هوي  
 غالب همين نه چهيڙ ڪه پهر جوش اشڪ سي  
 بيٺهي هيں هم نهيه طوفان ڪئي هوي  
 نويد امن هي بي داد دوست جاں ڪي ليئ  
 رهي نه طرز ستم ڪوئي آسپاڻ ڪي ليئ  
 بلا سي گر مڙهه يار تشنه خوب هي  
 رکھو ڪچھ اپني بهي مڙگان خوں فشاں ڪي ليئ

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق ای خضر  
 نہ تم کہ چور بنی عمر جاوداد کی لیئے  
 رہا بلا میں بھی میں مبتلائی آفت رشک  
 بلائی جاں ہی ادا تیری اک جہاں کی لیئے  
 فلک نہ دور رکھ اس سی بجھی کہ میں ہی نہیں  
 دراز دستی قاتل کی امتحان کی لیئے  
 مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر  
 کری قفس میں فراہم خس آشیان کی لیئے  
 گدا سمجھ کی وہ چپ تھا مری جو شامت آئی  
 اٹھا اور اٹھ کی قدم میں فی پاسبان کی لیئے  
 بہ قدر شوق نہیں ظرف تنگنای غزل  
 کچھ اور چاہیئے وسعت مری بیان کی لیئے  
 دیا ہی خلق کو بھی تا اُسی نظر نہ لگی  
 بنا ہی عیش تجمل حسین خان کی لیئے

زباں پہ بار خدایا ! یہ کس کا نام آیا ؟  
 کہ میری لطف فی ہوسی مری زباں کی لیئے  
 نصیر دولت و دیں اور معین ملت و ملک  
 بناہی چرخ بریں جس کی آستان کی لیئے  
 زمانہ عہد میں اس کی ہی نحو آرایش  
 بنیگی اور ستاری اب آسمان کی لیئے  
 ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہی  
 سفینہ چاہیئے اس بحر بی کراں کی لیئے  
 ادائی خاص سے غالب ہوا ہی نکتہ سرا  
 صلائی عام ہی باران نکتہ داں کی لیئے



## ﴿قصائد﴾

(۱۹۱۱ء)

### قصیدہ اول

(منقبت میں)

سازیک ذرہ نہیں فیض چمن سی بیکار  
 سایہ لالہ بی داغ سویدائ بہار  
 مستی باد صبا سی ہی بعرض سبزہ  
 ریزہ شیشہ می جوہر تیغ کہسار  
 سبز ہی جام زمرہ کی طرح داغ پلنگ  
 تازہ ہی ریشہ نارنج صفت روئی شرار  
 مستی ابر سی گلچین طرب ہی حسرت  
 کہ اس آغوش میں ممکن ہی دو عالم کافشار

ڪوہ و صحرا ھمہ معموري شوق بلبل  
 راہ خوابيده ھوئي خنده گل سي بيدار  
 سونپي ھي فيض ھوا صورت مرگان یتيم  
 سرنوشت دوجہاں ابر بہ یک سطر غبار  
 کاڻ ڪر پھينڪي ناخن توبہ انداز ھلال  
 قوت ناميہ اسکو بهي نہ چھوڙي بيڪار  
 کف ھر خاک بہ گردون شدہ قري پرواز  
 دام ھر کاغذ آتش زدہ طاؤس شڪار  
 مي کدي ميں ھو اگر آرزوي گلچيني  
 بھول جا یک قدح بادہ بہ طاق گل زار  
 موج گل ڏھونڊہ بہ خلوت کدہ غنچہ باغ  
 گم ڪري گوشہ مي خانہ ميں گر تو دستار  
 کھينچي گرھاني انديشہ چمن کي تصوير  
 سبز مثل خط نوخير ھو خط پرڪار

لعل سی کی ہی پی زمزمہ مدحت شاہ  
 طوطی سبزہ کہسار فی پیدا منقار  
 وہ شہنشاہ کہ جس کی پی تعمیر سرا  
 چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار  
 فلک العرش هجوم خم دوش مزدور  
 رشتہ فیض ازل ساز طناب معمار  
 سبزہ نہ چمن و یک خط پشت لب بام  
 رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار  
 واں کی خاشاک سی حاصل ہو جسی یک پرکاش  
 وہ رہی مروحہ بال ہری سی بیزار  
 خاک صحرائی نجف جوہر سیر عرفا  
 چشم نقش قدم آئینہ بخت بیدار  
 ذرہ اس گرد کا خورشید کو آئینہ ناز  
 گرد اس دشت کی امید کو احرام بہار



آفرینش کو ہی واں سی طلب مستی ناز  
عرض خیاڑہ ایجاد ہی ہر موج غبار

### ﴿مطالع ثانی﴾

فیض سی تیری ہی ای شمع شبستان بہار  
دل پروانہ چراغاب پر بلبل گلزار  
شکل طاؤس کری آئینہ خانہ پرواز  
ذوق میں جلو کی تیری بہ ہوائِ دیدار  
تیری اولاد کی غم سی ہی بروی کر دوں  
سلک اختر میں مہ نوثرہ گوہر بار  
ہم عبادت کو ترا نقش قدم مہر نماز  
ہم ریاضت کو تری حوصلی سی استظہار  
مدح میں تیری نہاں زمر مہ نعت نبی  
جام سی تیری عیاں بادۂ جوش اسرار

جوهر دست دعا آئینه یعنی تاثیر  
 یک طرف نازش مژگان و دگر سو غم خار  
 مردمک سی هو عز خانہ اقبال نگاہ  
 خاک در کی تری جو چشم نہ ہو آئنه دار  
 دشمن آل نبی کو بہ طرب خانہ دھر  
 عرض خمیازہ سیلاب ہو طاق دیوار  
 دیدہ تا دل امہ آئینہ یک پرتو شوق  
 فیض معنی سی خط ساغر اقم سرشار



## \* قصیدہ دویم \*

(مقببت میں)

دھر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں  
 ہم کہاں ہوتی اگر حسن نہ ہوتا خودیں

بی دلی هائی تماشا که نه عبرت هی نه ذوق  
 بیکسی های تمنا که نه دنیا هی نه دین  
 هرزه هی نغمه ز یروم هستی و عدم  
 لغو هی آئنه فرق جنوب و تمکین  
 نقش معنی همه خمیا ره عرض صورت  
 سخن حق همه پیمانه ذوق تحسین  
 لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم  
 دردیک ساغر غفلت هی چه دنیا و چه دین  
 مثل مضمون وفا باد به دست تسلیم  
 صورت نقش قدم خاک به فرق تمکین  
 عشق بی ربطی شیرازه اجزائی حواس  
 وصل زنگار رخ آئنه حسن یقین  
 کوه کن گرسنه مزدور طرب گاه رقیب  
 بی ستون آئنه خواب گران شیرین

کس فی دیکھا نفس اہل وفا آتش خیز؟  
 کس فی پایا اثر نالہ دل های خزیر؟  
 سامع زمزمہ اہل جہاں ہوں لیکن  
 نہ سرو برگ ستایش نہ دماغ نفیر  
 کس قدر ہرزہ سراہوں کہ عیاذاً باللہ!  
 یک قلم خارج آداب وقار و تمکین  
 نقش لا حول لکھ ای خامۂ ہذیان تحریر!  
 یا علی عرض کرای فطرت و سواس قرین!  
 مظهر فیض خدا جان و دل ختم رسل  
 قبلۂ آل نبی کعبۂ ایجاد یقین  
 ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہاں گرم خرام  
 ہر کف خاک ہی واں گردۂ تصویر زمیں  
 جلوہ پرداز ہو نقش قدم اُس کا جس جا  
 وہ کف خاک ہی ناموس دو عالم کی امیں

نسبت نام سی اس کی ہی یہ رتبہ کہر ہی  
ابداً پشت فلک خم شدہ ناز زمیں  
فیض خلق اس کا ہی شامل ہی کہ ہوتا ہی سدا  
بوی گل سی نفس باد صبا عطر آگین  
برش تیغ کا اس کی ہی جہاں میں چرچا  
قطع ہو جای نہ سر رشته ایجاد کہیں  
کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہی کہ جس سی ٹوٹی  
رنگ عاشق کی طرح رونق بت خانہ چین  
جاں پناہا! دل و جاں فیض رسا نا! شاہا!  
وصی ختم رسل تو ہی بہ فتوای یقین  
جسم اطہر کوتری دوش پیمبر منبر  
نام نامی کوتری ناصیہ عرش نگین  
کس سی ممکن ہی تری مدح بغیر از واجب؟  
شعلہ شمع مگر شمع پہ باند ہی آئین

آستان پر ہی تری جوہر آئینہ سنگ  
 رقم بندگی حضرت جبریل امیں  
 تیری در کی لیئی اسباب نثار آمادہ  
 خاکیدیں کو جو خدائی دی جان و دل و دین  
 تیری مدحت کی لیئی ہیں دل و جان کام و زبان  
 تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبین  
 کس سی ہوسکتی ہی مداحیؔ مدوح خدا!  
 کس سی ہوسکتی ہی آرایش فردوس بریں  
 جنس بازار معاصی اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 کہ سوا تیری کوئی اس کا خریدار نہیں  
 شوخیؔ غرض مطالب میں ہی گستاخ طلب  
 ہی تری حوصلہ فضل پر از بس کہ یقین  
 دی دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول  
 کہ اجابت کہی ہر حرف پہ سو بار آمیں

غم شیر سی ہو سینہ یہاں تک لبریز  
 کہ رہیں خون جگر سی مری آنکھیں رنگیں  
 طبع کو الفت دلدل میں یہ سر گرمی شوق  
 کہ جہاں تک چلی اس سی قدم اور مجھسی جبین  
 دل الفت نسب و سینہ توحید فضا  
 نگہ جلوہ پرست و نفس صدق گریں  
 صرف اعدا اثر شعلہ دود دوزخ  
 وقف احباب گل و سنبل فردوس بزمیں

### ❀ قصیدہ سویم ❀

(شاہ ظفر کی مدح میں)

ہاں مہ نو سنیں ہم اس کا نام  
 جس کو تو جھک کی کر رہا ہی سلام

دودن آیا ہی تو نظر دم صبح  
 بھی انداز اور بھی اندام  
 باری دودن کہاں رہا غائب؟  
 بندہ عاجز ہی گردش ایام  
 از کی جاتا کہاں کہ تا روت کا  
 آسمان فی بچھا رکھا تھا دام  
 مرحبا ای سرور خاص خواص  
 حبذا ای نشاط عام عوام  
 عذر میں تین دن نہ آئی کی  
 لی کی آیا ہی عید کا پیغام  
 اس کو بھولانہ چا ہی کھنا  
 صبح جوجائی اور آئی شام  
 ایک میں کیا کہ سب فی جات لیا  
 تیرا آغاز اور ترا انجام



راز دل مجھسی کیوں چھپاتا ہی  
 مجھکو سمجھا ہی کیا کہیں تمام؟  
 جانتا ہوں کہ آج دنیا میں  
 ایک ہی امیدگاہ انام  
 میں فی مانا کہ تو ہی حلقہ بگوش  
 اسکا مگر نہیں ہی غلام؟  
 جانتا ہو کہ جانتا ہی تو  
 تب کہا ہی بہ طرز استفہام  
 مہر تاباں کو ہو تو ہو ای ماہ  
 قرب ہر روزہ بر سبیل دوام  
 تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا  
 جز بہ تقریب عید ماہ صیام  
 جانتا ہو کہ اسکی فیض سی تو  
 پھر بنا چاہتا ہی ماہ تمام

ماہ بن ، ماہ تاب بن ، میں کون ؟  
 مجھ کو کیا بانٹ دی گا تو انعام  
 میرا اپنا جدا معاملہ ہی  
 اور کی لین دین سی کیا کام ؟  
 ہی مجھی آرزوی بخشش خاص  
 گر تجھی ہی امید رحمت عام  
 جو کہ بخشی گا تجھ کو فرّ فروغ  
 کیا نہ دی گا مجھی می گلفام ؟  
 جبکہ چودہ منازل فلکی  
 کر چکی قطع تیری تیزی گام  
 تیری پرتو سی ہوا فروغ یزیر  
 کوی و مشکوی و صحن و منظر و بام  
 دیکھنا میری ہاتھ میں لبریز  
 اپنی صورت کا آک بلوریں جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا  
توسن طبع چاہتا تھا لگام

✽ ✽ ✽  
✽ غزل ✽

زہر غم کر چکا تھا میرا کام  
نبھکو کسنی کہا کہ ہو بدنام؟

می ہی پھر کیوں نہ میں یلی جاؤں؟  
غم سی جب ہو گئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہی!  
کہ نہ سمجھیں وہ لذت دشنام

کعبہ میں جا بجائیں گی ناقوس  
اب تو باندھا ہی دیر میں احرام

اس قدح کا ہی دور مجھکو نقد  
چرخ فی لی ہی جس سی گردش وام

بوسہ دینی میں ان کو ہی انکار  
 دل کی لینی میں جنکو تھا ابرام  
 چھیڑتا ہوں کہ انکو غصہ آئے  
 کیوں رکھوں ورنہ اے اب اپنا نام؟  
 کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ  
 ای پری چہرہ! پیک تیز خرام!  
 کون ہی جسکی در پہ ناصیہ سا  
 ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام؟  
 تو نہیں جانتا تو مجھسی سن  
 نام شاہنشہ بلند مقام  
 قبلہ چشم و دل بہادر شاہ  
 مظہر ذوالجلال و الاکرام  
 شہسوار طریقہ انصاف  
 نو بہار حدیقہ اسلام

جس کا ہر فعل صورت اعجاز  
 جس کا ہر قول معنی الہام  
 رزم میں میزبان قیصر و جم  
 رزم میں استاد رسم و سام  
 ای ترا لطف زندگی افزا  
 ای ترا عہد فرخی فرجام  
 چشم بد دور خسروانہ شکوہ  
 لوحش اللہ عارفانہ کلام  
 جاں نثاروں میں تیری قیصر روم  
 جرعه خواروں میں تیری مرشد جام  
 وارث ملک جانتی ہیں تجھی  
 ابرج و تور و خسرو و بہرام  
 زور بازو میں مانتی ہیں تجھی  
 گبو و گو درز و یزب و رہام

مرحبا موشگافي ناوک  
 آفرين آبداري صمصام  
 تير ڪوتيري تير غير هدف  
 تيغ ڪو تيري تيغ خصم نيام  
 رعد کا کر رهي هي ڪيا دم بند  
 برق ڪودي رها هي ڪيا الزام  
 تيري فيل گراں جسد ڪي صدا  
 تيري رخس سبک عنان ڪا خرام  
 فن صورت گري ميں تيرا گزر  
 گر نه رکھتا هو دستگاه تمام  
 اس کي مضروب کي سروتن سي  
 کيوں نماياں هو صورت ادغام ؟  
 جب ازل ميں رقم پذير هوئ  
 صفحه هائي ليالي و ايام

اور ان اوراق میں بہ کلک قضا  
 مجھلاً مندرج ہوی احکام  
 لکھدیا شہدوں کو عاشق کش  
 لکھدیا عاشقوں کو دشمن کام  
 آسمان کو کھا گیا کہ کہیں  
 گنبد تیز گرد نیلی فام  
 حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھیں  
 خال کو دانہ اور زلف کو دام  
 آتش و آب و باد و خاک فی لی  
 وضع سوز و غم و رم و آرام  
 مہر رخشاں کا نام خسرو روز  
 ماہ تاباں کا اسم شحنہ شام  
 تیری توقع سلطنت کو بھی  
 دی بدستور صورت ارقام

کاتب حکم فی بموجب حکم  
 اس رقم کو دیا طراز دوام  
 ہی ازل سی روائی آغاز  
 ہو ابد تک رسائی انجام



### ✽ قصیدہ چہارم ✽

صبح دم دروازہ خاور کھلا  
 مہر عالم تاب کا منظر کھلا  
 خسرو انجم کی آیا صرف میں  
 شب کوتھا گنجینہ گوہر کھلا  
 وہ بھی تھی اک سلیمیا کی سی نمود  
 صبح کو راز مہ و اختر کھلا  
 ہیں کواکب کچھ، نظر آتی ہیں کچھ  
 دیتی ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا



سطح گردوب پر پڑا تھا رات کو  
 موتیوب کا ہر طرف زیور کھلا  
 صبح آیا جانب مشرق نظر  
 اک نگار آتش رخ سر کھلا  
 تھی نظر بندی کیا جب ردّ سحر  
 بادۂ گل رنگ کا ساغر کھلا  
 لا کی ساقی فی صبح کی لی  
 رکھ دیا ہی ایک جام زر کھلا  
 بزم سلطانی ہوئی آراستہ  
 کعبۂ امن و امان کا در کھلا  
 تاج زرّیں مہر تابان سی سوا  
 خسرو آفاق کی منہ پر کھلا  
 شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہی  
 راز ہستی اس پہ سر تا سر کھلا

وہ کہ جسکی صورت تکوین میں  
 مقصد نہ چرخ و ہفت اختر کھلا  
 وہ کہ جسکی ناخن تاویل سی  
 عقدہ احکام پیغمبر کھلا  
 پہلی دارا کا نکل آیا ہی نام  
 اس کی سرہنگوں کا جب دفتر کھلا  
 روشناسوں کی جہاں فہرست ہی  
 واں لکھا ہی چہرہ قیصر کھلا  
 توسن شہ میں ہی وہ خوبی کہ جب  
 تھان سی وہ غیرت صرصر کھلا  
 نقش پا کی صورتیں وہ دلفریب  
 تو کہی بت خانہ آزر کھلا  
 مجھ پہ فیض تربیت سی شاہ کی  
 منصب مہر و مہ و محور کھلا

لا کہ عقدی دل میں تھی لیکن ہر ایک  
 میری حد وسع سی باہر کھلا  
 تھا دل وابستہ قفل بی کلید  
 کس فی کھولا؟ کب کھلا؟ کیوں کر کھلا؟  
 باغ معنی کی دکھاؤں گا بہار  
 مجھسی گر شاہ سخن گستر کھلا  
 ہو جہاں گرم غزل خوانی نفس  
 لوگ جانیں طبلۂ عنبر کھلا  
 ❦ ❦ ❦

### ﴿ غزل ﴾

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا  
 کاشکی ہو تا قفس کا در کھلا  
 ہم پکاریں اور کھلی یوں کون جائی؟  
 بار کا دروازہ پائیں گر کھلا

ہم کو ہی اس راز داری پر گھمنڈ  
 دوست کا ہی راز دشمن پر کھلا  
 واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ  
 زخم لیکن داغ سی بہتر کھلا  
 ہاتھ سی رکھ دی کب ابرونی کہاں؟  
 کب کھر سی غمزی کی خنجر کھلا  
 مفت کا کس کو برا ہی بدرقہ؟  
 رہ روی میں پردہ رہبر کھلا  
 سوز دل کا کیا کری باران اشک؟  
 آگ بھڑکی مینہ اگر دم بھر کھلا!  
 نامی کی ساتھ آگیا پیغام مرگ  
 رہ گیا خط میری چھائی پر کھلا  
 دیکھیو غلامی سی گر الجھا کوئی  
 ہی ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال  
 پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا  
 خامی فی پائی طبیعت سی مدد  
 بادباں کی اتھنی ہی لنگر کھلا  
 مدح سی ممدوح کی دیکھی شکوہ  
 یاں عرض سی رتبہ جوہر کھلا  
 مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا  
 بادشہ کا رایت لشکر کھلا  
 بادشہ کا نام لینا ہی خطیب  
 اب علو پایہ منبر کھلا  
 سگہ شہ کا ہوا ہی روشناس  
 اب عیار آبروی زر کھلا  
 شاہ کی آگسی دھرا ہی آئنے  
 اب مال سعی اسکندر کھلا

ملک کی وارث کو دیکھا خاق فی  
 اب فریب طغرل و سنجر کھلا  
 ہو سکی کیا مدح؟ ہاں اک نام ہی  
 دفتر مدح جہاں داور کھلا  
 فکر اچھی پر ستایش نا تمام  
 عجز اعجاز ستایش گر کھلا  
 جانتا ہوں ہی خط لوح ازل  
 تم پہ ای خاقان نام آور کھلا  
 تم کرو صاحبقرانی جب تلک  
 ہی طلسم روز و شب کا در کھلا



## مثنوی

(آموں کی تعریف میں)

ہاں دل درد مند زمزمہ ساز  
کیوں نہ کھولی درخزینہ راز  
خامہ کا صفحہ پر رواں ہونا  
شاخ گل کا ہی گلفشاں ہونا  
مجھسی کیا پوچھتا ہی کیا لکھی  
نکتہ های خرد فزا لکھی  
باری آموں کا کچھ بیان ہو جائی  
خامہ نخل رطب فشاں ہو جائی  
آم کا کون مرد میداد ہی  
نمر و شاخ گوی و چوگاں ہی

تاک کی جی میں کیوں رہی ارماں؟  
 آئی یہ گوی اور یہ میدان  
 آم کی آگی پیش جائی خاک  
 پھوڑتا ہی جلی پھولی تاک  
 نہ چلا جب کسی طرح مقدور  
 بادۂ ناب بن گیا انگور  
 یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہی  
 شرم سی پانی پانی ہونا ہی  
 جھمسی پوچھو تمہیں خبر کیا ہی  
 آم کی آگی فی شکر کیا ہی  
 نہ گل اسمیں نہ شاخ و برگ نہ بار  
 جب خزاں ہوتی آئی اسکی بہار  
 اور دوڑائی قیاس کہاں؟  
 جان شیریں میں یہ مٹھاس کہاں



جان میں ہوتی گریہ شیرینی  
 کوہ کن باوجود غمگینی  
 جان دینی میں اس کو یکتا جان  
 پروہ یوں سہل دی نہ سکتا جان  
 نظر آتا ہی یوں مجھی یہ ثمر  
 کہ دواخانہ ازل میں مگر  
 آتش گل پہ قند کا ہی قوام  
 شیریں کی تار کا ہی ریشہ نام  
 یا یہ ہو گا کہ فرط رافت سی  
 باغبانوں فی باغ جنت سی  
 انگین کی بہ حکم رب الناس  
 بھر کی بھیجی ہیں سر بہ مہر گلاس  
 یا لگا کر خضر فی شاخ نبات  
 مدتوں تک دیا ہی آب حیات

تب هوا ہی مُر فشاں یہ نخل  
 ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل  
 تھا ترنج زر ایک خسرو پاس  
 رنگ کا زرد پر کہاں ہو پاس ؟  
 آم کو دیکھتا اگر اک بار  
 پھینک دیتا طلای دست افشار  
 رونق کار گاہ برگ و نوا  
 نازش دودمان آب و هوا  
 رہرو راہ خلد کا توشہ  
 طوبی و سدرہ کا جگر گوشہ  
 صاحب شاخ برگ و بار ہی آم  
 ناز پروردہ بہار ہی آم  
 خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو  
 نوبر نخل باغ سلطان ہو

وہ کہ ہی والی ولایت عہد  
 عدل سی اس کی ہی حمایت عہد  
 فخر دیں عزّ شان و جاہ جلال  
 زینت طینت و جمال کمال  
 کار فرمای دین و دولت و بخت  
 چہرہ آرائی تاج و مسند و تخت  
 سایہ اس کا ہما کا سایہ ہی  
 خلق پر وہ خدا کا سایہ ہی  
 ای مفیض وجود سایہ و نور  
 جب تلک ہی نمود سایہ و نور  
 اس خداوند بندہ پرور کو  
 وارث گنج و تخت و افسر کو  
 شاد و دل شاد و شادمان رکھیو،  
 اور ہاں پہ مہرباں رکھیو،

## ﴿ قطعات ﴾

(۵) (۶) (۷)

ای شهنشاه فلک منظر بی مثل و نظیر

ای جہاں دار کرم شیوۂ بی شبہ و عدیل

پانوں سی تیری ملی فرق ارادت اورنگ

فرق سی تیری کری کسب سعادت اکیل

تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام

تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

تجھ سی عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم

تجھ سی دنیا میں یچھا مائدۂ بذل خلیل

بہ سخن اوج دہ مرتبۂ معنی و لفظ

بکرم داغ نہ ناصیۂ اقلزم و نیل

تاتري وقت ميں هو عيش و طرب كي توقير  
 تاتري عهد ميں هو رنج و الم كي تفليل  
 ماه ني چھوڑ ديا ثورسي جانا باهر  
 زهره ني ترك كيا حوت سي كرنا تحويل  
 تيري دانش مري اصلاح مفسد كي رهين  
 تيري بخشش مري انجام مقاصد كي كفيل  
 تيرا اقبال ترحم مري جيني كي نويد  
 تيرا انداز تغافل مري مرنی كي دليل  
 بخت ناسازني چاها كه نه دي مجھ كو اماں  
 چرخ كج بازني چاها كه كرى مجھ كو ذليل  
 پيچهي ڈالي هي سر رشته اوقات ميں گانم  
 پہلي ٹھونكي هي بن ناخن تدبير ميں كيل  
 تيش دل نہيں بي رابطہ خوف عظيم  
 ككش دم نہيں بي ضابطہ جرثوميل

در معني سى مرا صفحه لقا كي داڙهي  
 غم گيتي سى مرا سينه عمرو كي زنبيل  
 فڪر ميري گهر اندوز اشارات ڪڪير  
 ڪلڪ ميري رقم آموز عبارات قليل  
 ميري ايهام په هوتي هي تصديق توضيح  
 ميري اجمال سى ڪرڻي هي تراوش تفصيل  
 نيڪ هوتي مري حالت نو نه ديتا تڪليف  
 جمع هوتي مري خاطر نو نه ڪرنا تعجيل  
 قبله کون و مڪان خسته نوازي ميس به دير  
 ڪعبه امن و اماں عقده ڪشائي ميس به ڏهيل  
 گئي وه دن که نادانسته غيرون كي وفاداري  
 ڪيا ڪرڻي تهئي تم تقرير هم خاموش رهڻي تهئي

بس اب بگزی پہ کیا شرمندگی جانی دو ملجاؤ  
قسم لو ہم سی گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتی تھی

کلکتی کا جو ذکر کیا تونی ہم نشیں  
اک تیر میری سینی میں مارا کہ ہائی ہائی

وہ سبزہ زارہای مٹرا کدھی غضب  
وہ نازیں بتان خود آرا کہ ہائی ہائی

صبر آزما وہ ان کی نگاہیں کہ حف نظر  
طاقت رہا وہ ان کا اشارا کہ ہائی ہائی

وہ میوہ ہای تازہ و شیریں کہ واد وا  
وہ بادہ ہای ناب گوارا کہ ہائی ہائی

ہی جو صاحب کی کف دست پہ یہ چکنی ڈلی  
زیب دیتا ہی اسی جس قدر اچھا کہی

خامہ انگشت بہ دندان کہ اسی کیا لکھی  
 ناطقہ سر بہ گریبان کہ اسی کیا کہیؑ  
 مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھی  
 حیرت بازوی شگرفان خود آرا کہیؑ  
 مہر آلودہ سر انگشت حسینان لکھی  
 داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیؑ  
 خاتم دست سلیمان کی مشابہ لکھی  
 سر پستان پری زاد سی مانا کہیؑ  
 اختر سوختہ قیس سی نسبت دیجی  
 خال مشکین رخ دلکش لایلا کہیؑ  
 حجر الاسود دیوار حرم کیجی فرض  
 نافہ آہوی بیابان ختن کا کہیؑ  
 وضع میں اس کو اگر جانیؑ قاف تریاق  
 رنگ میں سیزہ نوخیز مسیحا کہیؑ



صومعي ميں اسي ٺهراڻي گر مهر نماز  
 مي ڪڍي ميں اسي خشت خم صهبا ڪهيءَ  
 ڪيون اسي قفل درگنج محبت لکهي؟  
 ڪيوں اسي نقطهٽ پَرَڪار ٿمڻا ڪهيءَ؟  
 ڪيون اسي گوهر ناياب تصور ڪيجي  
 ڪيون اسي مردمک ديدءَ عنقا ڪهيءَ؟  
 ڪيون اسي ٺڪمءَ پِراهن ليلا لکهي  
 ڪيون اسي نقش پئي ٺاڦءَ ساما ڪهيءَ؟  
 بنده پرور کي ڪف دست ڪوڏل ڪيجي فرض  
 اور اس چڪني سپاري ڪو سويدا ڪهيءَ

نه پوڄھ اس کي حقيقت حضور والاڻي  
 مجھي جو بهيجي هي بيسن کي روغني روئي  
 نه ڪهاڻي گيهون ٺڪلي نه خلد سي ٻاهر  
 جو ڪهاڻي حضرت آدم به بيسن روئي

## سہرا

خوش ہواۓ بخت کہ ہی آج تری سر سہرا  
بانده شہزادی جواں بخت کی سر پر سہرا  
کیا ہی اس چاند سی مکھڑی پہ بہ لال گناہی  
ہی تری حسن دل افروز کا زیور سہرا  
سر پہ چڑھنا بچھی پھبتا ہی برای طرف کلاہ  
مجھ کو ڈر ہی کہ نہ چھپنی ترا لمبر سہرا  
ناؤ بھر کر ہی پروی گئی ہوں گی موتی  
ور نہ کیوں لائی ہیں کشتی میں لگا کر سہرا  
سات دریا کی فراہم کیی ہوں گی موتی  
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا  
رخ پہ دولہا کی جو گرمی سی بسینہ ٹپکا  
ہی رگ ابر گھر بار سراسر سہرا

به بهي اک بي ادبي نهی که قبا سی بڑھجائی  
 رہ گیا آن کی دامن کی برابر سہرا  
 جي میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز  
 چاہی پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا  
 جب کہ اپنی میں سماویں نہ خوشی کی ماری  
 گوندھی پھولوں کا بہلا پھر کوئی کیونکر سہرا  
 رخ روشن کی دمک گوہر غلطاں کی چمک  
 کیوں نہ دکھلائی فروغ مہ واختر سہرا  
 تار ریشم کا نہیں ہی یہ رگ ابر بہار  
 لائیگا تاب گراں باری گوہر سہرا  
 ہم سخن فہم ہیں نال کی طرف دار نہیں  
 دیکھیں کہدی کوئی اس سہری سی بڑھکر سہرا

❦ ❦ ❦

## قطعه

منظور ہی گذارش احوال واقعی  
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھی  
سو پشت سی ہی بیشہ آبا سپہ گری  
کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھی  
آزادہ روہوں اور مرا مسلک ہی صلح کل  
ہرگز کبھی کی سی عداوت نہیں مجھی  
کیا کم ہی یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں  
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھی  
استادشہ سی ہو مجھی پر خاش کا خیال  
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھی  
جام جہاں نما ہی شہنشاہ کا ضمیر  
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھی

ميں کون اور رينجته هاں اس سي مدعا  
 جز انبساط خاطر حضرت نهين مجھي  
 سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر  
 دیکھا کہ چارہ غير اطاعت نهين مجھي  
 مقطع ميں آپري هي سخن گسترانہ بات  
 مقصود اس سي قطع محبت نهين مجھي  
 روی سخن کسي کي طرف هو تورو سياه  
 سودا نهين جنوں نهين وحشت نهين مجھي  
 قسمت بري سہي يہ طبيعت بري نهين  
 هي شکر کي جگہ کہ شکايت نهين مجھي  
 صادق هوں اپني قول ميں خدا گواہ  
 کہتا هوں سچ کہ جھوٹ کي عادت نهين مجھي  
 نصرت الملک بہادر! مجھي بتلا کہ مجھي  
 تجھسي جواني ارادت هي تو کس بات سي هي

گرچه تو وه هي که هنگامه اگر گرم کري  
 رونق بزم مه و مهر تري ذات سي هي  
 اورمين وه هون که گر جي مين کبهي غور کروں  
 غير کيا خود مجھي نفرت مري اوقات سي هي  
 خستگي کا هو بهلا جسکي سبب سي سر دست  
 نسبت اک گونه مري دل کو تري هات سي هي  
 هاتھ مين تيري رهي تو سن دولت کي عناں  
 به دعا شام و سحر قاضي حاجات سي هي  
 تو سکندر هي مرا فخر هي ملنا تيرا  
 گوشرف خضر کي بهي مجھ کو ملاقات سي هي  
 اس په گزري نه گان ريو و ربا کا ز بهار  
 خاک نشين اهل خرابات سي هي



هي چار شنبه آخر ماه صفر چلو  
 رکھدين چمن مين بهر کي مي مشک بوکي ناند

جو آئی جام بھر کی پی اور ہو کی مست  
 سبزی کور و نڈا پھری پھولوں کو جائی پھاند  
 بٹی ہیں سو فی رو پی کی چٹلی حضور میں  
 ہی جن کی آگے سیم وزر مہر و ماہ ماند  
 یوں سمجھی کہ بیچ سی خالی کی ہوئی  
 لا کھوں ہی آفتاب ہیں اور بی شمار چاند  
 شاہ سببہ کیا بیان ہی بجز مدح بادشاہ  
 بھائی نہیں ہی اب مجھی کوئی نوشت و خواند

### ✽ مدح شاہ ✽

ای شاہ جہاں گیر جہاں بخش جہاندار،  
 ہی غیب سی ہر دم تجھی صد گونہ بشارت  
 جو عقدہ دشوار کہ کوشش سی نہ وا ہو  
 تو واکری اس عقدی کو سو بھی بشارت

ممکن ہی کری خضر سکندرسی ترا ذکر؟  
 گرب کو نہ دی چشمہ حیوان سی طہارت  
 آصف کو سلیمان کی وزارت سی شرف تھا  
 ہی فخر سلیمان جو کری تیری وزارت  
 ہی نقش مریدی ترا فرمان الہی  
 ہی داغ غلامی ترا توقيع امارت  
 تو آب سی گر سلب کری طاقت سیلاں  
 تو آگ سی گر دفع کری تاب شرارت  
 ڈھونڈھی نہ ملی موجہ دریا میں روانی  
 باقی نہ رہی آتش سوزاں میں حرارت  
 ہی گرچہ مجھی نکتہ سرائی میں توغل  
 ہی گرچہ مجھی سحر طرازی میں مہارت  
 کیوں کر نہ کروں مدح کو میں ختم دعا پر؟  
 قاصر ہی شکایت میں تری میری عبارت



نوروز ہی آج اور وہ دن ہی کہ ہوئی ہیں  
 نظار گئی صنعت حق اہل بصارت  
 تجھ کو شرف مہر جہاں تاب مبارک!  
 کو تری عتبہ عالی کی زیارت

افطار صوم کی کچھ اگر دست گاہ ہو  
 اس شخص کو ضرور ہی روزہ رکھا کری  
 جس پاس روزہ کھول کی کھانی کو کچھ نہ ہو  
 روزہ اگر نہ کھائی تو ناچار کیا کری

﴿گزارش مصنف بحضور شاہ﴾

ای شہنشاہ آسمان اورنگ  
 ای جہاں دار آفتاب آثار  
 تھا میں اک بی نوای گوشہ نشین  
 تھا میں اک دردمند سینہ فگار

۾ ٺي ٻجهڪو جو آبرو ٻڻهي  
 هوئي ميري وه گرمي بازار  
 ڪه هوا ٻجه سا ذره ٺاڇيز  
 رو شناس ثوابت و سيار  
 گرچه از روي ننگ ٻي هنري  
 هون خود اپني نظر ميں اتنا خوار  
 ڪه گر اپني ڪو ميں ڪهون خاڪي  
 جانتا هوڻ ڪه آئي خاڪ ڪو عار  
 شاد هوڻ ليڪن اپني جي ميں ڪه هون  
 بادشه ڪا غلام ڪار گزار  
 خانه زاد اور مرید اور مداح  
 تها هميشه سي يه عريضه نگار  
 باري نوڪر بهي هوگيا صد شڪر  
 نسبتين هوگئين مشخص چار

نہ کہوں آپ سی تو کس سی کہوں؟  
 مددِ عائِ ضروری الاظہار  
 پیر و مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں  
 ذوق آرایش سر و دستار  
 کچھ تو جاڑی میں چاہیے آخر  
 تا نہ دی باد زمہریر آزار  
 صکیوں نہ درکار ہو مجھی پوشش؟  
 جسم رکھتا ہوں ہی اگرچہ تزار  
 کچھ خریدا نہیں ہی اب کی سال  
 کچھ بنایا نہیں ہی اب کی بار  
 رات کو آگ اور دن کو دھوپ  
 بھاڑ میں جائیں ایسی لیل و نہار  
 آگ تابی کہاں تلک انسان؟  
 دھوپ کھائی کہاں تلک جاندار؟

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی  
 وقتنا رہنا عذاب التار  
 میری تنخواہ جو مقرر ہی  
 اس کی ملنی کا ہی عجب ہنچار  
 رسم ہی مردی کی چہہ ماہی ایک  
 خلق کا ہی اسی چلن پہ مدار  
 مجھکو دیکھو تو ہوں بقید حیات  
 اور چہہ ماہی ہو سال میں دوبار  
 بس کہ لیتا ہوں ہر مہینی قرض  
 اور رہتی ہی سود کی تکرار  
 میری تنخواہ میں تہائی کا  
 ہو گیا ہی شریک ساھوکار  
 آج مجھما نہیں زمانی میں  
 شاعر نغز گوئی خوش گفتار

رزم کي داستان گر سني  
 هي زباب ميري تیغ جوهر دار  
 بزم کا التزام گر کيچی  
 هي قلم میرا ابر گوهر بار  
 ظلم هي گر نه در سخن کي داد  
 قهر هي گر کرو نه مجھکو پیار  
 آپ کا بندہ اور پھروب ننگا  
 آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار  
 ميري تنخواہ کيچی ماہ بماء  
 تانہ هو مجھکو زندگي دشوار  
 ختم کرتاھوں اب دعا پہ کلام  
 شاعري سی نہیں مجھی سروکار  
 تم سلامت رہو ہزار برس  
 ہر برس کی ہوں دن پچاس ہزار

سيه گليم هون لازم هي ميرا نام نه لي  
جهاڻ ۾ جو کوئي فتح و ظفر کا طالب هي  
هوا نه غلبه ميسر کبهي کسي په مڃهي  
که جو شريک هو ميرا شريک نا هون هي

سهل تها مسهل ولي يه سخت مشكل آڙي  
مڃهه ڪيا گزريگي اتي روز حاضر بن هوئ؟  
تين دن مسهل سي پهلي تين دن مسهل کي بعد  
تين مسهل، تين تبريدين، يه سب کي دن هوئ

خجسته انجمن طوي ميرزا جعفر  
که جيڪي دیکهي سي سب کا هوا هي جي محظوظ  
هوئي هي ايسي هي فرخنده سال ۾  
نه کيون هو ماده سال عيسوي «محظوظ»  
۱۸۵۴ء

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی  
 ہوا بزم طرب میں رقص ناہید  
 کھانا سب سی تاریخ اس کی کیا ہی؟  
 تو بولا! » انشراح جشن جمشید «  
 ۱۲۷۰ ھ

گو ایک بادشاہ کی سب خانہ زاد ہیں  
 دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں  
 کانوں پہ ہاتھ دھرتی ہیں کرتی ہوئی سلام  
 اس سی ہی یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں

## ❖ رباعیات ❖

بعد از اتمام بزم عید اطفال  
ایام جوانی رھی ساغر کش حال  
آہنچی ہیں تاسواد اقلیم عدم  
ای عمر گزشتہ یک قدم استقبال  
شب زلف و رخ عرق فشاں کاغم تھا  
کیا شرح کروں کہ طرفہ تر عالم بها  
رویا میں ہزار آنکھ سی صبح تلک  
ہر قطرہ اشک دیدہ پر سم تھا  
آتش بازی ہی جیسی شغل اطفال  
ہی سوز جگر کا بھی اسی طور کا حال  
تھا موجد عشق بھی قیامت کوئی  
لڑکوں کی لئی گیاهی کیا کھیل نکال



دل تھا کہ جو جان درد تمہید سہی  
 بی تابی رشک و حسرت دید سہی  
 ہم اور فشردن ای تجلی افسوس !  
 تکرار روا نہیں تو تجدید سہی  
 ہی خلق حسد قاش لڑنی کی لیئی  
 وحشت کدہ تلاش لڑنی کی لیئی  
 یعنی ہر بار صورت کاغذ یاد  
 ملتی ہیں یہ بدمعاش لڑنی کی لیئی  
 دل سخت نثرند ہو گیا ہی گویا  
 اس سی گلہ مند ہو گیا ہی گویا  
 پر یار کی آگے بول سکتی ہی نہیں  
 مند بند ہو گیا ہی گویا

دکھ جي کي پسند هوگيا هي غالب  
دل رک کر بند هوگيا هي غالب  
والله که شب کو نيتند آتي هي نهين  
سونا سوگند هوگيا هي غالب

مشکل هي ز بس کلام ميرا اي دل  
سن سن کي اسي سخنوران کامل  
آسان کهي کي کرتی هيں فرمايش  
گويم مشکل ، وگر نه گويم مشکل

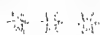
بهيجي هي جو مجھکو شاه جمجاه في دال  
هي لطف و عنايات شهنشاه په دال  
يه شاه پسند دال بي بحث و جدال  
هي دولت و دين و دانش و داد کي دال

ہیں شہ میں صفات ذوالجلالی باہم  
آثار جلالی و جمالی باہم  
ہوں شاد نہ کیوں سافل و عالی باہم  
ہی ابکی شب قدر و دوالی باہم

حق شہ کی بقا سی خلق کو شاد کری  
تا شاہ شیوع دانش و داد کری  
یہ دی جو گئی ہی رشتہ عمر میں گانشہ  
ہی صفر کہ افزائش اعداد کری

اس رشتی میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا  
اتنی ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا  
ہر سیکڑی کو ایک گرہ فرض کریں  
ایسی گرہیں ہزار ہوں بلکہ سوا

کہتی ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں  
عشاق کی برسش سی اسی عار نہیں  
جو ہاتھ کہ ظلم سی اٹھایا ہوگا  
کیوں کر مانوں کہ اسمیں تلوار نہیں



ہم گرچہ بنی سلام کرنی والی  
کرتی ہیں درنگ کام کرنی والی  
کہتی ہیں کہیں خدا سی اللہ اللہ  
وہ آپ ہیں صبح و شام کرنی والی



سامان خور و خواب کہاں سی لاؤں؟  
آرام کی اسباب کہاں سی لاؤں؟  
روزہ مرا ایمان ہی غالب لیکن  
خس خانہ و برف آب کہاں سی لاؤں؟

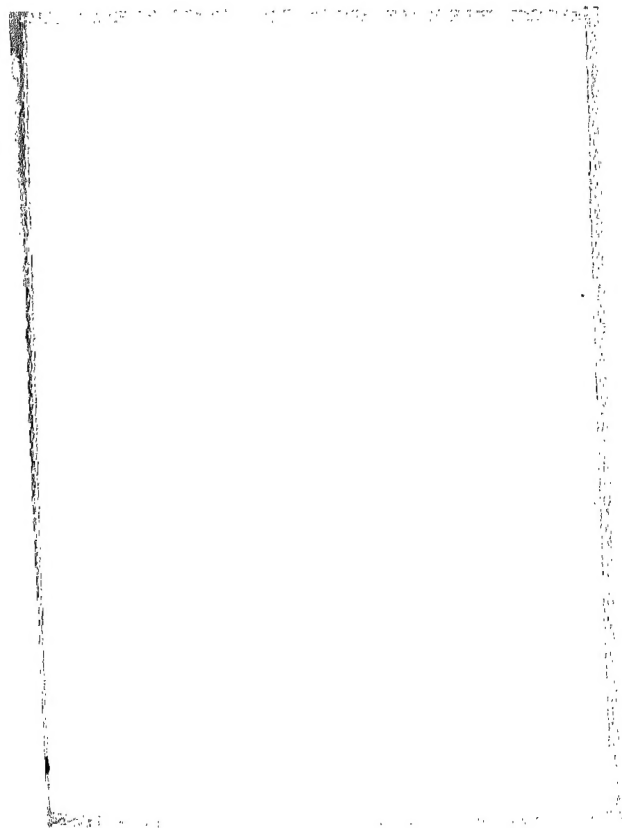


ان سیم کی بیجوں کو کوئی کیا جانی  
بھیجی ہیں جو ارمغان شہ والانی  
گن کر دیونگی ہم دعائیں سوبار  
فیروزہ کی تسبیح کی ہیں یہ دانی



بیاضی

۱۱۱



1975 231

442.2

تعالیٰ عز و جل

உதவி

[illegible]